مارکس اینگلس

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو

''غیر معمولی صفائی اور آب وتاب کے ساتھ یہ تصنیف نئے عالمی نظریے کا خاکہ پیش کرتی ہے، بااصول مادیت کا، جو سماجی زندگی کے دائرے پر بھی حاوی ہے، جدلیات کا، جو کہ ارتقا کا سب سے جامع اور گہرا نظریہ ہے، طبقاتی جدوجہد اور اس پرولتاریہ کے عالمگیر تاریخی انقلابی رول کے نظریے کا جو ایک نئے، کمیونسٹ سماج کا خالق ہے۔''

لینن
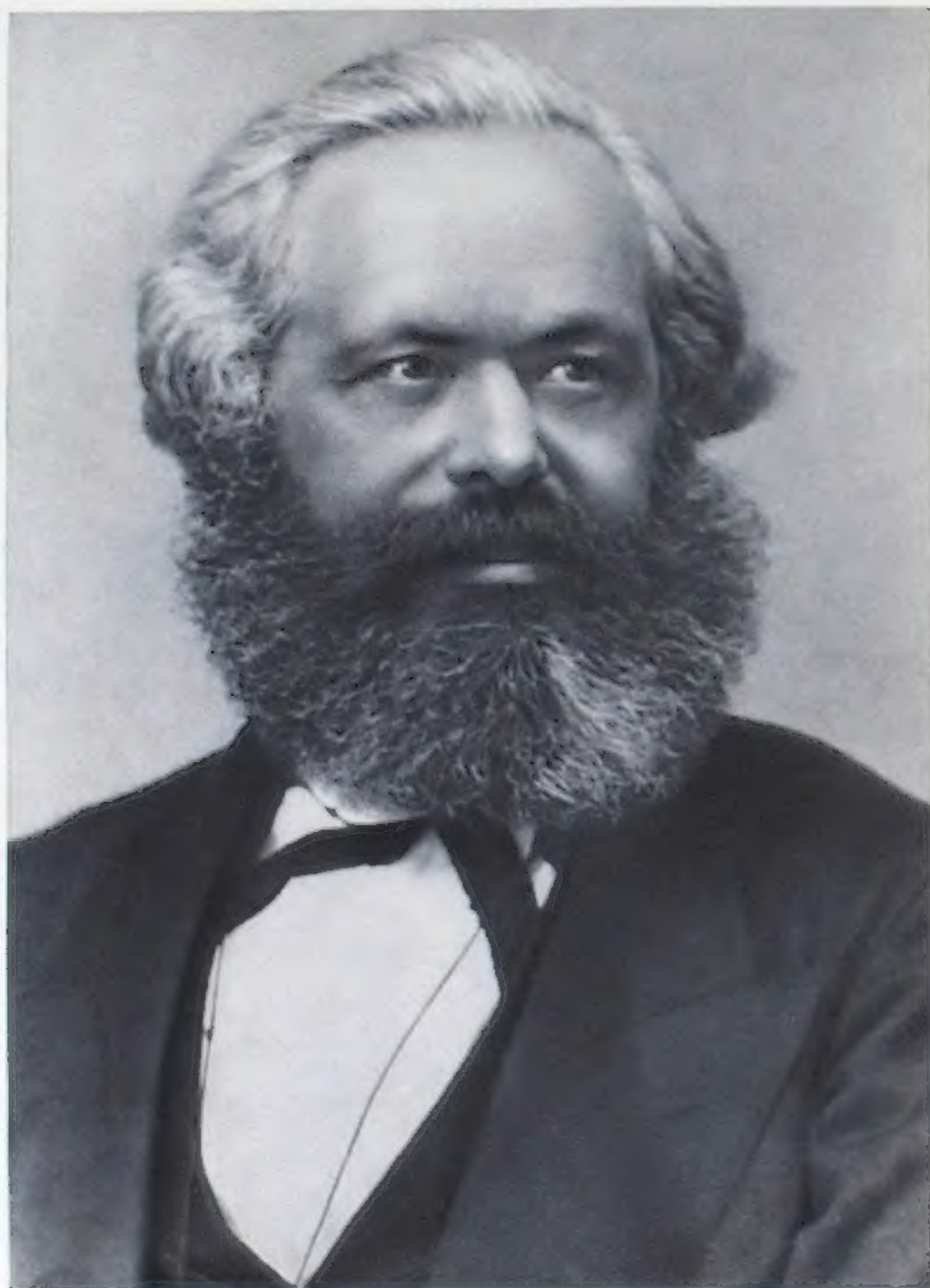
Karl Marx

F Engels

دنیا کے مزدورو، ایک ہوجاؤ!

مارکس اینگلس

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو

دارالاشاعت ترقی
ماسکو

عرض ناشرین

''کمیونسٹ پارٹی کے مینی‌فسٹو''
کا موجودہ اردو ترجمہ ۱۸۸۸ء کے
انگریزی ایڈیشن سے کیا گیا ہے،
جس کو فریڈرک اینگلس نے مرتب
کیا تھا۔

۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن اور
۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن سے اینگلس
کے حاشیے اور ''مینی‌فسٹو'' کے
مختلف ایڈیشنوں سے مصنفوں کے سب
دیباچے، اس اردو ایڈیشن میں شامل
کر لئے گئے ہیں۔

پہلا ایڈیشن — ۱۹۵۵ء

دوسرا ایڈیشن — ۱۹۷۰ء

تیسرا ایڈیشن — ۱۹۷۵ء

سوویت یونین میں شائع شدہ

M $\frac{10110-1048}{014(01)-75}$ 978—75

۱۸۷۲ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

''کمیونسٹ لیگ،، نے جو کہ مزدوروں کی ایک بین اقوامی جماعت تھی اور جو اس وقت کے حالات میں خفیہ جماعت ہی ہو سکتی تھی، نومبر ۱۸۴۷ء میں لندن میں اپنی کانگرس میں ہمیں اس بات پر مامور کیا کہ پارٹی کا ایک مفصل نظریاتی اور عملی پروگرام اشاعت کے لئے تیار کریں۔ اس طرح اس ''مینی‌فسٹو،، کا جنم ہوا۔ اس کا مسودہ فروری انقلاب* سے چند ہفتے پہلے چھپنے کے لئے لندن بھیجا گیا۔ پہلے یہ جرمن زبان میں چھپا اور اس زبان میں تب سے اب تک جرمنی، انگلینڈ اور امریکہ میں اس کے کم از کم بارہ مختلف ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ انگریزی میں یہ سب سے پہلے ۱۸۵۰ء میں «Red Republican» میں لندن میں چھپا۔ اس کا ترجمہ مس ہیلن میکفرلین نے کیا تھا، پھر ۱۸۷۱ء میں امریکہ میں اس کے کم از کم تین مختلف انگریزی ترجمے چھپے۔ فرانسیسی ترجمہ پہلے پہل ۱۸۴۸ء میں پیرس میں جون بغاوت سے کچھ پہلے چھپا اور حال میں نیویارک کے «Le Socialiste» میں بھی شائع ہوا ہے۔ ایک نیا ترجمہ بھی تیار ہو رہا ہے۔ جرمن زبان میں پہلی مرتبہ شائع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد پولش زبان میں بھی اس کا ترجمہ لندن میں شائع ہوا۔ ۱۸۶۰ء کے بعد کے برسوں میں جنیوا میں اس کا روسی ترجمہ شائع ہوا۔ اس کی پہلی اشاعت کے بعد جلدھی ڈینش زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

---

*فروری انقلاب فرانس میں ۱۸۴۸ء میں ہوا تھا۔ (ایڈیٹر)

گذشتہ پچیس برسوں میں حالات میں کتنی ہی تبدیلیاں ہوئی ہوں مگر جو عام اصول اس ''مینی‌فسٹو،، میں قائم کئے گئے تھے، وہ بحیثیت مجموعی آج بھی اسی قدر صحیح ہیں جتنے پہلے تھے۔ بعض تفصیلات میں کہیں کہیں اصلاح کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ان بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنانا، جیسا کہ خود ''مینی‌فسٹو،، میں کہا گیا ہے، ہر جگہ اور ہمیشہ اس وقت کے تاریخی حالات پر منحصر ہے اور اسی وجہ سے دوسرے باب کے آخر میں جو انقلابی تدبیریں پیش کی گئی ہیں ان پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے۔ وہ حصہ اگر آج لکھا جائے تو کئی لحاظ سے بہت مختلف ہوگا۔ چونکہ گذشتہ پچیس برسوں میں بڑے پیمانے کی صنعت نے بڑے زبردست قدم اٹھائے ہیں اور اس کے ساتھ مزدور طبقے کی پارٹی تنظیم نے بھی ترقی کی ہے اور پھیلی ہے؛ چونکہ فروری انقلاب میں اور پھر اس سے بھی زیادہ پیرس کمیون میں عملی تجربات حاصل ہوئے ہیں، جبکہ پہلی دفعہ سیاسی اقتدار پورے دو مہینوں تک پرولتاریہ کے ہاتھوں میں رہا اس لئے یہ پروگرام اب بعض تفصیلات میں پرانا ہو گیا ہے۔ کمیون نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ ''مزدور طبقے کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی بنائی ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھوں میں محض لے لے اور اسے اپنے مقاصد کےلئے استعمال کرے،، (دیکھئے: «Der Bürgerkrieg in Frankreich, Adresse des Generalrats der Internationalen Arbeiterassoziation», جرمن ایڈیشن، صفحہ ۱۹ - اس میں اس خیال پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے*)۔ پھر یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے اعتبار سے سوشلسٹ ادب کی تنقید نا کافی ہے کیونکہ وہ ۱۸۴۷ء تک ہی رک جاتی ہے؛ اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ چوتھے باب میں مختلف مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کے تعلق کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے، وہ اصولاً اگرچہ اب بھی صحیح ہے، تاہم عملاً جزوی طور پر پرانی ہو چکی ہے کیونکہ سیاسی حالت بالکل بدل گئی ہے اور مینی‌فسٹو

---

*دیکھئے: ک۔ مارکس ''فرانس میں خانہ جنگی۔ مزدوروں کی بین اقوامی جماعت کی عام کونسل کا خطبہ،،۔

میں جن سیاسی پارٹیوں کا نام لیا گیا ہے، ان میں سے اکثروبیشتر کو تاریخ کے ارتقا نے صفحۂ زمین سے مٹا دیا ہے۔

لیکن یہ ''مینی فسٹو،، تو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس میں ردوبدل کرنے کا اب ہمیں کوئی حق نہیں۔ آئندہ ایڈیشن شاید ایک مقدمے کے ساتھ شائع ہو جو ۱۸۴۷ء سے آج تک کے خلا کو پر کر سکے۔ موجودہ اشاعت اتنی غیرمتوقع تھی کہ ہمیں اس کی مہلت نہیں ملی۔

کارل مارکس، فریڈرک اینگلس

لندن، ۲۴ جون ۱۸۷۲ء

۱۸۸۲ء کے روسی ایڈیشن کا دیباچہ

''کمیونسٹ پارٹی کے مینی‌فسٹو،، کا پہلا روسی ایڈیشن، جو باکونن کا ترجمہ کیا ہوا تھا ''کولوکول،، کے چھاپہ خانے سے ۱۸۶۰ء کے بعد پہلے سالوں میں* شائع ہوا۔ ان دنوں مغربی یورپ کے لوگ ''مینی‌فسٹو،، کے روسی ایڈیشن کو محض ایک ادبی عجوبے کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ آج ایسی بات سوچی نہیں جا سکتی۔

اس زمانے میں (دسمبر ۱۸۴۷ء تک) پرولتاری تحریک کا دائرہ کتنا محدود تھا، یہ ''مینی‌فسٹو،، کے آخری باب سے ظاہر ہے، جس کا عنوان ہے: ''حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق،،۔ اس میں روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ، ان دونوں ملکوں ھی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب روس تمام یورپی رجعت پرستی کا آخری بڑا قلعہ تھا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ، تارکین وطن کے ذریعہ یورپ کی فاضل پرولتاری آبادی کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔ دونوں ملک یورپ کو کچا مال مہیا کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ان کی منڈیوں میں یورپ کا صنعتی سامان بکتا تھا۔ لہذا اس زمانے میں دونوں ملک کسی نہ کسی طور سے مروجہ یورپی نظام کا سہارا بنے ہوئے تھے۔

---

*یہ ایڈیشن ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن کے دیباچے میں بھی اینگلس نے ''مینی‌فسٹو،، کے اس روسی ایڈیشن کی اشاعت کی تاریخ غلط لکھی ہے۔ (دیکھئے: موجودہ ایڈیشن کا ۱۰ صفحہ۔) (ایڈیٹر)

آج حالت کتنی بدل چکی ہے! یورپ سے آبادی کے منتقل ہو کر آنے سے ہی شمالی امریکہ عظیم الشان زرعی پیداوار کے قابل بنا، جس کا مقابلہ یورپ کی بڑی اور چھوٹی ملکیت آراضی کی ساری بنیادوں کو ہی ہلا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو موقع دیا کہ اپنے زبردست صنعتی وسیلوں کا استحصال اتنی سرگرمی کے ساتھ اور ایسے پیمانے پر کرے، جس سے مغربی یورپ اور خاص کر انگلینڈ کا اب تک کا صنعتی اجارہ تھوڑے ہی دنوں میں ٹوٹ جائے۔ ان دونوں باتوں کا خود امریکہ پر انقلابی اثر ہو رہا ہے۔ کاشتکاروں کی چھوٹی اور درمیانی ملکیت آراضی، جو کہ اس کے تمام سیاسی نظام کی بنیاد ہے، عظیم الشان فارموں کے مقابلے سے رفتہ رفتہ زیر ہوتی جارہی ہے۔ اسی کے ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی بار پرولتاریہ کی کثیر تعداد اور سرمایوں کا بے انتہا ارتکاز ہوتا جا رہا ہے۔

اور اب روس! ۱۸۴۸ء — ۴۹ کے انقلاب کے دوران صرف یورپی شاہوں کو ہی نہیں بلکہ یورپی بورژوازی کو بھی، پرولتاریہ سے جو کہ ابھی ابھی بیدار ہونے لگا تھا، نجات کی ایک ہی صورت دکھائی دی اور وہ تھی روس کی مداخلت! زار کو یورپی رجعت پرستی کا سربراہ مان لیا گیا تھا۔ آج وہ انقلاب کا قیدی ہے، گاٹچینا میں، اور روس یورپ میں انقلابی تحریک کا ہراول دستہ ہے۔

''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کا مقصد یہ اعلان کرنا تھا کہ جدید بورژوا ملکیت کا شیرازہ عنقریب منتشر ہو کر ہی رہےگا۔ لیکن روس میں ہم دیکھتے ہیں کہ تیزی سے بڑھتے ہوئے سرمایہ‌دارانہ فریب اور بورژوا ملکیت آراضی کے مقابلے میں جس کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے، آدھے سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اب سوال یہ ہے: کیا روسی ''ابشچینا،،*، جو زمین کی ابتدائی مشترکہ ملکیت کی ایک صورت ہے اور جس کی جڑیں بہت کچھ کھوکھلی ہو چکی ہیں، بدل کر براہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلی صورت اختیار کرےگی؟ یا اس کے برعکس، کیا اس کو بھی انتشار کے عمل سے گذرنا ہوگا جس طرح مغرب کے تاریخی ارتقا میں ہوا تھا؟

---

*دیہی برادری۔ (ایڈیٹر)

آج اس سوال کا ایک ھی جواب دیا جا سکتا ھے۔ اگر انقلاب روس، مغرب میں ایک پرولتاری انقلاب کے لئے شمع کا کام دے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کریں تو ھو سکتا ھے کہ روس میں زمین کی موجودہ برادری والی ملکیت وہ نقطہ بن جائے جہاں سے کمیونسٹ نشوونما کا راستہ شروع ھو۔

کارل مارکس، فریڈرک اینگلس

لندن، ۲۱ جنوری ۱۸۸۲ء

۱۸۸۳ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچه

افسوس که موجوده ایڈیشن کا دیباچه مجھے اکیلے لکھنا هوگا۔ مارکس، جسکا یورپ اور امریکه کا سارا مزدور طبقه جتنا ممنون احسان هے اتنا کسی کا نہیں، آج هائی گیٹ کے قبرستان میں سو رها هے اور اس کی قبر پر اب گھاس بھی اگنے لگی هے۔ اس کے مرنے کے بعد تو اب ''مینیفسٹو،، میں ترمیم یا اضافے کی بات سوچی هی نہیں جا سکتی۔ یہی وجه هے که میں اس موقع پر پھر ایک بات صاف کر دینا بہت ضروری سمجھتا هوں۔

''مینیفسٹو،، کے اندر جو بنیادی خیال کام کر رها هے یعنی یه که هر تاریخی عہد میں اقتصادی پیداوار اور اس سے لازمی طور پر پیدا هونے والا سماج کا ڈھانچه، اس عہد کی سیاسی اور ذهنی تاریخ کے لئے بنیاد کا کام دیتا هے؛ اور اسی کا نتیجه هے که (زمین کی ابتدائی برادری والی ملکیت کے منتشر هونے کے بعد) ساری تاریخ طبقاتی جدوجہد کی تاریخ هے، اس جدوجہد کی، جو استحصال کرنے والوں اور استحصال کئے جانے والوں میں، حاکم اور محکوم طبقوں میں سماجی ارتقا کی مختلف منزلوں پر هوتی رهی هے۔ لیکن یه جدوجہد اب ایک ایسی منزل پر پہنچ گئی هے جبکه وه طبقه جس کا استحصال کیا جاتا هے اور جو مظلوم هے (یعنی پرولتاریه)، اپنے ظالموں اور استحصال کرنے والوں سے (یعنی بورژوا طبقے سے) اس وقت تک آزاد نہیں هو سکتا جب تک اپنے ساتھ پورے سماج کو همیشه

کےلئے استحصال، ظلم اور طبقاتی جدوجہد سے چھٹکارا نہ دلا دے۔
یہ بنیادی خیال مارکس کی اپنی اور مخصوص دین ہے *۔

یہ بات میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں، لیکن اب یہ ضروری ہو گیاھے کہ اسے خود ''مینی فسٹو،، کی ابتدا میں درج کر دیا جائے۔

ف۔ اینگلس

لندن، ۲۸ جون ۱۸۸۳ء

---

*میں نے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں لکھا ھے کہ ''میری رائے میں تاریخ کے لئے یہ خیال وھی کچھ کرےگا جو حیاتیات کے لئے ڈارون کے نظریے نے کیا۔ مارکس اور میں دونوں ۱۸۴۵ء سے کئی برس پہلے ھی رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچنے لگے تھے۔ بذات خود میں کہاں تک اس نتیجے پر پہنچا تھا اس کا اندازہ میری کتاب ''انگلینڈ میں مزدور طبقے کی حالت،، سے بخوبی ہو سکتا ھے۔ لیکن ۱۸۴۵ء کے موسم بہار میں جب میں برسلز میں دوبارہ مارکس سے ملا تو وہ یہ نتیجہ مرتب کر چکا تھا اور میں نے ابھی جن الفاظ میں اس کا ذکر کیا ھے تقریباً ان ھی واضح الفاظ میں اس نے اسے میرے سامنے پیش کیا تھا،،۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن کا دیباچہ

یہ ''مینی فسٹو،، ''کمیونسٹ لیگ،، کے پروگرام کے طور پر شائع ہوا تھا۔ ''کمیونسٹ لیگ،، مزدوروں کی جماعت تھی جو ابتدا میں صرف جرمنوں تک محدود تھی مگر آگے چل کر بین‌اقوامی ہو گئی۔ یہ انجمن خفیہ تھی کیونکہ اس وقت ۱۸۴۸ء کے پہلے کے براعظم یورپ کے سیاسی حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ نومبر ۱۸۴۷ء میں لندن میں لیگ کی ایک کانگرس میں مارکس اور اینگلس کو مامور کیا گیا کہ پارٹی کا ایک مکمل نظریاتی اور عملی پروگرام اشاعت کے لئے مرتب کریں۔ اصل مسودہ جرمن زبان میں جنوری ۱۸۴۸ء میں تیار ہوا اور ۲۴ فروری ۱۸۴۸ء کے فرانسیسی انقلاب سے چند ہفتے پہلے لندن کے ایک چھاپہ‌خانے میں بھیج دیا گیا۔ جون ۱۸۴۸ء کی بغاوت سے کچھ پہلے پیرس میں اس کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔ پہلا انگریزی ترجمہ مس ہیلن میکفرلین کا کیا ہوا تھا جو لندن میں ۱۸۵۰ء میں جارج جولین هارنی کے «Red Republican» میں شائع ہوا۔ ڈینش اور پولش زبانوں میں بھی اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

جون ۱۸۴۸ء میں پیرس کی بغاوت میں، جو کہ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان پہلی بڑی لڑائی تھی، باغیوں کو شکست ہوئی اور کچھ عرصے کے لئے یورپ کے مزدور طبقے کے سماجی اور سیاسی مطالبات دبا دئے گئے۔ اور غلبہ حاصل کرنے کی کش مکش جس طرح فروری انقلاب سے پہلے ہوا کرتی تھی، اسی طرح اب پھر، صرف دولتمند طبقے کے مختلف گروہوں میں ہونے لگی۔ اس کے بعد سے مزدور طبقے کی جدوجہد کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ سیاست کے میدان میں اسے پاؤں رکھنے کی جگہ مل سکے اور اس کا درجہ اتنا گر گیا کہ

اس نے بورژوازی کے ریڈیکل عناصر کے ایک انتہاپسند گروہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ جہاں کہیں پرولتاریہ کی آزاد تحریکوں میں زندگی کے آثار نظر آئے انہیں بے دردی سے کچل دیا گیا۔ چنانچہ کمیونسٹ لیگ کی مرکزی کمیٹی کا جو ان دنوں کولون (جرمنی) میں تھی، پروشیا کی پولیس نے پتہ لگا لیا۔ اس کے ممبروں کو گرفتار کر لیا گیا اور اٹھارہ مہینوں کی حراست کے بعد اکتوبر ۱۸۵۲ء میں ان پر مقدمہ چلا۔ یہ مشہورومعروف ''کولون کا کمیونسٹ مقدمہ،، ۴ اکتوبر سے ۱۲ نومبر تک چلتا رہا۔ سات ملزموں کو قلعے میں قید کئے جانے کا حکم ملا۔ سزا کی میعاد تین برس سے لیکر چھہ برس تک تھی۔ فیصلہ سننے کے بعد فوراً ہی باقی ممبروں نے لیگ کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اور جہاں تک ''مینی‌فسٹو،، کا تعلق تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی قسمت میں اب ہمیشہ گمنامی لکھی ہے۔

یورپ کے مزدور طبقے میں جب پھر اتنی طاقت آگئی کہ حکمران طبقوں پر نئے سرے سے حملہ کر سکے تو انٹرنیشنل ورکنگ منس ایسوسی ایشن (مزدوروں کی بین اقوامی جماعت) قائم ہوئی۔ یہ جماعت خاص اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ یورپ اور امریکہ کے سارے مجاہد پرولتاریہ کو ایک جماعت میں منظم کیا جا سکے۔ یہ جماعت یکایک ان اصولوں کا اعلان نہیں کر سکتی تھی جو ''مینی‌فسٹو،، میں دئے گئے ہیں۔ انٹرنیشنل کے پروگرام کو اتنا وسیع ہونا تھا کہ انگریز ٹریڈ یونینیں بھی اسے قبول کر سکیں اور فرانس، بلجیم، اٹلی اور اسپین میں پرودھون کے پیرو اور جرمنی میں لاسال کے ماننے والے بھی*۔ مارکس نے ایسا پروگرام مرتب کیا کہ اس پر وہ سب پارٹیاں مطمئن ہو سکیں۔ مارکس کو پورا بھروسہ تھا کہ ایک ساتھ مل کر کام کرنے اور آپس کے تبادلۂ‌خیال سے لازمی طور

---

*لاسال نے ذاتی طور پر ہمارے سامنے ہمیشہ یہی کہا کہ وہ مارکس کا پیرو ہے اور اس اعتبار سے وہ ''مینی‌فسٹو،، پر قائم تھا۔ لیکن اپنی عام تقریروں میں (۶۴ — ۱۸۶۲ء) اس نے اس سے زیادہ کوئی مطالبہ نہیں کیا کہ سرکاری قرضوں سے کوآپریٹیو ورکشاپ قائم کئے جائیں۔ (اینگلس کا حاشیہ)

پر مزدور طبقے کا ذهنی ارتقا هوا۔ سرمایه کے خلاف جدوجهد کے واقعات، اس کے اتار چڑھاؤ، اس کی کامیابیوں اور اس سے بهی بڑھ کر اس کی شکستوں کا یه لازمی نتیجه هونا تها که مزدور اپنی آنکهوں سے دیکھ لیں که ان کے پسندیده هر مرض کے نسخے نا کافی هیں اور تب یه گنجائش هوگی که ان صحیح حالات کی زیاده مکمل سمجهداری پیدا هو جو مزدور طبقے کی نجات کے لئے ضروری هیں۔ مارکس کا خیال صحیح نکلا۔ ۱۸۷۴ء کے مزدور، جب انٹرنیشنل کا خاتمه هوا، ۱۸۶۴ء کے مزدوروں سے بهت مختلف تهے جب انٹرنیشنل کی بنیاد پڑی تهی۔ فرانس میں پرودهون کے اصول اور جرمنی میں لاسالیت دم توڑ رهے تهے، حتی که قدامت پرست انگریز ٹریڈ یونینیں بهی، جن کی اکثریت انٹرنیشنل سے بهت پهلے الگ هو چکی تهی، رفته رفته اس نقطهٔ نظر پر پهنچنے لگی تهیں، جهاں گذشته سال سوانسی میں ان کی کانگرس کے صدر نے ان کی جانب سے یهاں تک کهه دیا که ''براعظم یورپ کی سوشلزم اب همارے لئے کوئی ڈراؤنی چیز نهیں رهی،،۔ غرضیکه تمام ملکوں کے مزدوروں میں ''مینی‌فسٹو،، کے اصولوں کی مقبولیت پهلے سے بهت بڑھ گئی۔

چنانچه خود ''مینی‌فسٹو،، پهر منظرعام پر آ گیا۔ ۱۸۵۰ء کے بعد اصل جرمن مسوده سوئٹزرلینڈ، انگلینڈ اور امریکه میں کئی بار شائع هوا۔ ۱۸۷۲ء میں نیویارک میں اس کا ایک انگریزی ترجمه کیا گیا اور «Woodhull and Claflin's Weekly» میں شائع هوا۔ اس انگریزی ترجمے سے نیویارک کے «Le Socialiste» میں ایک فرانسیسی ترجمه شائع هوا۔ اس کے بعد سے امریکه میں کم از کم دو اور انگریزی ترجمے چهپ چکے هیں اور ان میں سے ایک انگلینڈ میں بهی شائع هوا هے۔ لیکن یه دونوں ترجمے کسی نه کسی حد تک ناقص هیں۔ روسی زبان میں پهلا ترجمه باکونن نے کیا تها جو ۱۸۶۳ء کے لگ بهگ هرتسن کے ''کولوکول،، کے چهاپه خانے سے جنیوا میں شائع هوا۔ ایک دوسرا روسی ترجمه بهادر ویرا زاسولیچ نے*

---

*اصل میں یه ترجمه پلیخانوف نے کیا تها۔ بعد میں خود اینگلس نے اپنے مقالے ''روس میں سماجی رشتے،، کے حاشیے میں اس ترجمے کو پلیخانوف کا بتایا هے۔ (ایڈیٹر)

کیا جو جنیوا سے ھی ۱۸۸۲ء میں شائع ھوا۔ ڈینش زبان میں ایک نیا ایڈیشن ۱۸۸۵ء میں کوپن ھیگن کے «Social-demokratisk Bibliothek» میں شائع ھوا۔ پیرس کے «Le Socialiste» میں ایک نیا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۸۵ء میں شائع ھوا۔ اسی فرانسیسی ترجمے سے ایک اسپینی ترجمہ کیا گیا جو میڈرڈ سے ۱۸۸٦ء میں شائع ھوا۔ جرمن زبان میں تو کوئی شمار ھی نہیں کہ اس کے کتنے ایڈیشن شائع ھوئے۔ اس زبان میں یہ کم‌از کم بارہ مرتبہ چھپ چکا ھے۔ چند مہینے پہلے قسطنطنیہ میں ارمینی زبان میں ایک ترجمہ شائع ھونے والا تھا لیکن نہیں ھو سکا۔ کہا جاتا ھے کہ ناشر مارکس کے نام سے چھاپتے ھوئے ڈرتا تھا اور مترجم ''مینی‌فسٹو،، کو اپنی تصنیف بتانے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں نے سنا ھے کہ اور متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ھوئے ھیں، لیکن ان میں سے کوئی ترجمہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس طرح ''مینی‌فسٹو،، کی تاریخ بڑی حد تک جدید مزدور تحریک کی عکاسی کرتی ھے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل تمام سوشلسٹ ادب میں یہی سب سے زیادہ مقبول عام اور بین‌اقوامی تصنیف ھے۔ یہی ایک ایسا عام پروگرام ھے جسے سائبیریا سے کیلی‌فورنیا تک کروڑوں محنت‌کش مانتے ھیں۔

پھر بھی جس وقت یہ ''مینی‌فسٹو،، لکھا گیا تھا، ھم اسے سوشلسٹ مینی‌فسٹو نہیں کہہ سکتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں سوشلسٹ سے مراد ایک طرف تو وہ لوگ تھے جو مختلف قسم کے یوٹوپیائی نظاموں سے عقیدت رکھتے تھے، جیسے انگلینڈ میں اووین اور فرانس میں فورئیے کے ماننے والے (ان دونوں کی محض چھوٹی چھوٹی ٹولیاں رہ گئی تھیں جو رفتہ رفتہ مٹتی جا رھی تھیں)، دوسری طرف بھانت بھانت کے سماجی نیم حکیم تھے، جن کا دعوی تھا کہ طرح طرح کے جوڑ پیوند لگا کر وہ سرمایہ اور نفع کو ذرا بھی نقصان پہنچائے بغیر ھر قسم کی سماجی خرابیاں دور کر سکتے ھیں۔ یہ دونوں ھی قسم کے لوگ مزدور تحریک سے باھر تھے اور مدد کے لئے ''پڑھے لکھے،، طبقوں کا منہ تاکا کرتے تھے۔ مزدور طبقے کے اندر جو لوگ محض سیاسی الٹ‌پلٹ کو ناکافی سمجھنے لگے تھے اور مکمل سماجی تبدیلی کو ضروری مانتے تھے وہ اس زمانے میں اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتے تھے۔ یہ ایک بھدی سی، ان گھڑ، خالص جبلی کمیونزم تھی۔ لیکن اس کے

باوجود اس نے مسئلے کا چھوڑ پا لیا تھا اور مزدور طبقے میں اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ اس سے فرانس میں کابیے اور جرمنی میں وائیٹلنگ کی یوٹوپیائی کمیونزم پیدا ہوئی۔ غرضیکہ ۱۸۴۷ء میں سوشلزم بورژوا تحریک تھی اور کمیونزم مزدور طبقے کی۔ سوشلزم کم از کم براعظم یورپ میں ''نیک نام،، تھی، کمیونزم کا حال اس کے برعکس تھا۔ اور ہمارا خیال شروع ہی سے یہ تھا کہ ''مزدور طبقے کی نجات مزدور طبقے کا اپنا کام ہے،، چنانچہ ہمیں یہ طے کرنے میں کوئی شک‌وشبہ نہیں ہوا کہ ہم سوشلزم اور کمیونزم میں کون سا نام اختیار کریں۔ اس سے بڑھکر ہمیں بعد کو کبھی اس نام کو ترک کرنے کا خیال نہیں آیا۔

''مینی‌فسٹو،، میں نے اور مارکس نے مل کر لکھا تھا۔ پھر بھی آج میں یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ مرکزی تصور جس پر اس ''مینی‌فسٹو،، کی بنیاد ہے، مارکس کا ہے۔ وہ تصور یہ ہے کہ ہر تاریخی عہد میں اقتصادی پیداوار اور تبادلے کا جو طریقہ رائج ہوتا ہے اور اس سے لازمی طور پر جو سماجی ڈھانچہ بنتا ہے وہی بنیاد ہے جس پر اس عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ مرتب ہوتی ہے، اور اسی سے اس کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ (قدیم قبائلی سماج کے ٹوٹنے کے بعد جس میں زمین کی برادری والی ملکیت کا رواج تھا) بنی نوع انسان کی ساری تاریخ طبقاتی جدوجہد کی تاریخ، یعنی استحصال کرنےوالوں اور استحصال کے شکار لوگوں، حکمران اور مظلوم طبقوں کے باہمی مقابلے کی تاریخ ہے۔ اس طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ارتقا کے کئی مدارج سے ہو کر گذری ہے، اور آج وہ منزل آپہنچی ہے جبکہ استحصال کیا جانے والا مظلوم طبقہ یعنی پرولتاریہ، استحصال کرنے والے ظالم طبقہ یعنی بورژوا کے پنجے سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اپنے ساتھ پورے سماج کو ہمیشہ کے لئے ہر قسم کے استحصال، ظلم، طبقاتی امتیاز اور طبقاتی جدوجہد سے چھٹکارا نہ دلائے۔

میری رائے میں تاریخ کے لئے یہ خیال وہی کچھ کرےگا جو حیاتیات کے لئے ڈارون کے نظریے نے کیا۔ مارکس اور میں دونوں ۱۸۴۵ء سے کئی برس پہلے ہی رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچنے لگے تھے۔ بذات خود میں کہاں تک اس نتیجے پر پہنچا تھا، اس کا

اندازہ میری کتاب ''انگلینڈ میں مزدور طبقے کی حالت،،* سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ لیکن ۱۸۴۵ء کے موسم بہار میں جب میں دوبارہ مارکس سے برسلز میں ملا تو وہ یہ نتیجہ مرتب کر چکا تھا اور میں نے ابھی جن الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے تقریباً ان ہی واضح الفاظ میں اس نے اسے میرے سامنے پیش کیا تھا۔

۱۸۷۲ء کے جرمن ایڈیشن کے لئے ہم دونوں نے مل کر جو دیباچہ لکھا تھا اس سے ایک ٹکڑا میں یہاں نقل کرتا ہوں:

''گذشتہ پچیس برسوں میں حالات میں کتنی ہی تبدیلیاں ہوئی ہوں مگر جو عام اصول اس ''مینی فسٹو،، میں قائم کئے گئے تھے، وہ بحیثیت مجموعی آج بھی اسی قدر صحیح ہیں، جتنا پہلے تھے۔ بعض تفصیلات میں کہیں کہیں اصلاح کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانا جیسا کہ خود ''مینی فسٹو،، میں کہا گیا ہے، ہر جگہ اور ہمیشہ اس وقت کے تاریخی حالات پر منحصر ہے، اور اسی وجہ سے دوسرے باب کے آخر میں جو انقلابی تدبیریں پیش کی گئی ہیں، ان پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے۔ وہ حصہ اگر آج لکھا جائے تو کئی لحاظ سے بہت مختلف ہوگا۔ چونکہ ۱۸۴۸ء کے بعد جدید صنعت نے بڑے زبردست قدم اٹھائے ہیں اور اسی کے ساتھ مزدور طبقے کی پارٹی تنظیم نے بھی ترقی کی ہے اور پھیلی ہے؛ چونکہ فروری انقلاب میں اور پھر اس سے بھی زیادہ پیرس کمیون میں عملی تجربات حاصل ہوئے ہیں جبکہ پہلی دفعہ سیاسی اقتدار پورے دو مہینوں تک پرولتاریہ کے ہاتھوں میں رہا اس لئے یہ پروگرام اب بعض تفصیلات میں پرانا ہو گیا ہے۔ کمیون نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ ''مزدور طبقے کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی بنائی ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھوں میں محض لے لے اور اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرے،، (دیکھئے: «The Civil War in France; Address of the General Council of the International Working-men's Association». London, True-

---

* «The Condition of the Working Class in England in 1844». By Frederick Engels. Translated by Florence K. Wischnewetzky, New York, Lovell—London. W. Reeves, 1888. (اینگلس کا حاشیہ)

اس میں اس خیال پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے) -love , 1871 , p . 15,

پھر یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے اعتبار سے سوشلسٹ ادب کی تنقید نا کافی ہے کیونکہ وہ ۱۸۴۷ء تک ہی رک جاتی ہے ۔ اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ چوتھے باب میں مختلف مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کے تعلق کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے، وہ اصولاً اگرچہ اب بھی صحیح ہے، تاہم عملاً جزوی طور پر پرانی ہو چکی ہے کیونکہ سیاسی حالت بالکل بدل گئی ہے اور مینی‌فسٹو میں جن سیاسی پارٹیوں کا نام لیا گیا ہے، ان میں سے اکثروبیشتر کو تاریخ کے ارتقا نے صفحۂ زمین سے مٹا دیا ہے ۔

''لیکن یہ ''مینی‌فسٹو،، تو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے ۔ اس میں ردوبدل کرنے کا اب ہمیں کوئی حق نہیں ۔ ،،

زیر نظر انگریزی ترجمہ مسٹر سمیوئل مور نے کیا ہے ۔ وہ مارکس کی کتاب ''سرمایہ،، کے ایک بڑے حصے کے بھی مترجم ہیں ۔ نظرثانی ہم دونوں نے مل کر کی ہے اور میں نے کہیں کہیں حاشیے پر تاریخی واقعات کی تشریح کر دی ہے ۔

فریڈرک اینگلس

لندن، ۳۰ جنوری ۱۸۸۸ء

۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

مندرجہ بالا دیباچہ جب لکھا گیا تھا* اس کے بعد ''مینی‌فسٹو،، کا ایک نیا جرمن ایڈیشن پھر ضروری ہو گیا ہے، اور خود ''مینی‌فسٹو،، پر بھی بہت کچھ بیتی ہے جس کو یہاں لکھنا چاہئے۔

ایک دوسرا روسی ترجمہ ویرا زاسولیچ کے قلم سے ۱۸۸۲ء میں جنیوا سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کا دیباچہ مارکس اور میں نے لکھا تھا۔ بدقسمتی سے جرمن زبان میں اس کا اصل مسودہ گم ہو گیا ہے، اس لئے مجھے روسی سے دوبارہ ترجمہ کرنا پڑے گا، حالانکہ اس سے عبارت میں کوئی خوبی نہیں پیدا ہوگی **۔ وہ دیباچہ یوں ہے :

''کمیونسٹ پارٹی کے مینی‌فسٹو،، کا پہلا روسی ایڈیشن جو باکونن کا ترجمہ کیا ہوا تھا ''کولوکول،، کے چھاپہ‌خانے سے ۱۸۶۰ء کے بعد پہلے برسوں میں شائع ہوا۔ ان دنوں مغربی یورپ کے لوگ ''مینی‌فسٹو،، کے روسی ایڈیشن کو محض ایک ادبی عجوبے کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ آج ایسی بات سوچی نہیں جا سکتی۔

اس زمانے میں (دسمبر ۱۸۴۷ء تک) پرولتاری تحریک کا دائرہ کتنا محدود تھا، یہ ''مینی‌فسٹو،، کے آخری باب سے ظاہر ہے، جس کا عنوان ہے : ''حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق،،۔ اس میں روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ ان دونوں ملکوں

---

*اینگلس کا اشارہ ۱۸۸۳ء کے جرمن ایڈیشن میں اپنے دیباچے کی طرف ہے۔ (ایڈیٹر)

**''مینی‌فسٹو،، کے روسی ایڈیشن پر مارکس اور اینگلس کے دیباچے کا گم‌شدہ اصل جرمن مسودہ مل گیا ہے اور سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے مارکس‌ازم — لینن‌ازم کے انسٹی‌ٹیوٹ کے محافظ خانے میں رکھا ہوا ہے۔ (ایڈیٹر)

ھی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روس تمام یورپی رجعت‌پرستی کا آخری بڑا قلعہ تھا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ تارکین وطن کے ذریعہ یورپ کی فاضل پرولتاری آبادی کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔ دونوں ملک یورپ کو کچا مال مہیا کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ان کی منڈیوں میں یورپ کا صنعتی مال بکتا تھا۔ لہذا اس زمانے میں دونوں ملک کسی نہ کسی طور سے مروجہ یورپی نظام کا سہارا بنے ہوئے تھے۔

آج حالت کتنی بدل چکی ھے! یورپ سے آبادی کے منتقل ہوکر آنے سے ھی شمالی امریکہ عظیم الشان زرعی پیداوار کے قابل بنا، جس کا مقابلہ اب یورپ کی بڑی اور چھوٹی ملکیت آراضی کی ساری بنیادوں کو ھی ھلا رھا ھے۔ اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو موقع دیا کہ اپنے زبردست صنعتی وسیلوں کا استحصال اتنی سرگرمی کے ساتھ اور ایسے پیمانے پر کرے، جس سے مغربی یورپ اور خاص کر انگلینڈ کا اب تک کا صنعتی اجارہ تھوڑے ھی دنوں میں ٹوٹ جائے۔ ان دونوں باتوں کا خود امریکہ پر انقلابی اثر ھو رھا ھے۔ کاشتکاروں کی چھوٹی اور درمیانی ملکیت آراضی، جو کہ اس کے تمام سیاسی نظام کی بنیاد ھے، عظیم الشان فارموں کے مقابلے سے رفتہ رفتہ زیر ھوتی جا رھی ھے۔ اسی کے ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی بار پرولتاریہ کی کثیر تعداد اور سرمایوں کا بے انتہا ارتکاز ھوتا جا رھا ھے۔

اور اب روس! ۱۸۴۸—۴۹ء کے انقلاب کے دوران صرف یورپی شاھوں کو ھی نہیں بلکہ یورپی بورژوازی کو بھی، پرولتاریہ سے جو کہ ابھی ابھی بیدار ھونے لگا تھا، نجات کی ایک ھی صورت دکھائی دی اور وہ تھی روس کی مداخلت! زار کو یورپی رجعت‌پرستی کا سربراہ مان لیا گیا تھا۔ آج وہ انقلاب کا قیدی ھے، گاتچینا میں، اور روس یورپ میں انقلابی تحریک کا ھراول دستہ ھے۔

''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کا مقصد یہ اعلان کرنا تھا کہ جدید بورژوا ملکیت کا شیرازہ عنقریب منتشر ھو کر ھی رھےگا۔ لیکن روس میں ھم دیکھتے ھیں کہ تیزی سے بڑھتے ھوئے سرمایہ‌دارانہ فریب اور بورژوا ملکیت آراضی کے مقابلے میں جس کا ابھی آغاز ھی ھوا ھے، آدھے سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت ھے۔ اب سوال یہ ھے: کیا روسی ''ابشچینا،، جو زمین کی ابتدائی مشترکہ ملکیت کی

ایک صورت ہے اور جس کی جڑیں بہت کچھ کھو کھلی ہو چکی ہیں، بدل کر براہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلی صورت اختیار کرےگی؟ یا اس کے برعکس، کیا اس کو بھی انتشار کے عمل سے گذرنا ہوگا جس طرح مغرب کے تاریخی ارتقا میں ہوا تھا؟

آج اس سوال کا ایک ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔ اگر انقلاب روس، مغرب میں ایک پرولتاری انقلاب کے لئے مشعل کا کام دے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کریں تو ہو سکتا ہے کہ روس میں زمین کی موجودہ برادری والی ملکیت وہ نقطہ بن جائے جہاں سے کمیونسٹ نشوونما کا راستہ شروع ہو۔

کارل مارکس، فریڈرک اینگلس

لندن، ۲۱ جنوری ۱۸۸۲ء

انہیں تاریخوں میں جنیوا میں ایک نیا پولش ترجمہ «Manifest Kommunistyczny» شائع ہوا۔

پھر «Social-demokratisk Bibliothek, Kjöbenhavn 1885» میں ایک نیا ڈینش ترجمہ شائع ہوا۔ بدقسمتی سے یہ بالکل مکمل نہیں ہے۔ بعض ضروری حصے جن کو مترجم نے مشکل پایا چھوڑ دئے گئے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ جگہ جگہ لاپروائی برتی گئی ہے جو اور بھی ناخوشگوار حد تک نمایاں ہو گئی ہے کیونکہ ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مترجم نے کچھ اور محنت کی ہوتی تو اس کا کام بہت اچھا ہوتا۔

۱۸۸۵ء میں پیرس کے «Le Socialiste» میں ایک نیا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔ اب تک شائع ہونے والے ترجموں میں یہ سب سے اچھا ہے۔

اسی فرانسیسی ترجمے سے ایک اسپینی ترجمہ اسی سال، پہلے میڈرڈ کے «El Socialista» میں اور پھر علاحدہ کتابی صورت میں شائع ہوا: «Manifesto del Partido Comunista», por Carlos Marx y F. Engels. Madrid. Administracion de «El Socialista». Herman Cortès 8.

اس سلسلے میں ایک حیرت‌انگیز واقعے کا بھی ذکر کردوں۔ ۱۸۸۷ء میں ''مینی‌فسٹو،، کے ایک ارمینی ترجمے کا مسودہ قسطنطنیہ کے ایک پبلشر کو دیا گیا۔ لیکن اس بھلے آدمی کو یہ ھمت نہیں ہوئی کہ مارکس کے نام سے کوئی چیز چھاپے۔ اس نے یہ تجویز کی کہ مترجم خود اپنا نام کتاب کے مصنف کی جگہ لکھ دے لیکن مترجم نے یہ منظور نہیں کیا۔

انگلینڈ میں کئی امریکی ترجمے باربار چھپے۔ لیکن یہ سب کسی نہ کسی حد تک ناقص تھے۔ آخر ۱۸۸۸ء میں ایک مستند ترجمہ شائع ہوا۔ یہ میرے دوست سمیوئل مور نے کیا تھا، اور پریس میں بھیجنے سے پہلے ہم دونوں نے مل کر اس پر نظر ثانی کی۔ اس کا نام ہے: «Manifesto of the Communist Party, by Karl Marx and Frederick Engels. Authorized English Translation, edited and annotated by Frederick Engels. 1888. London, William Reeves, 185 Fleet st. E. C.» میں نے اس ایڈیشن کے کچھ حاشیے موجودہ ایڈیشن میں شامل کر دئے ھیں۔

''مینی‌فسٹو،، کی اپنی ایک تاریخ ھے۔ شائع ھونے پر سائنٹفک سوشلزم کے اگوا کاروں نے جن کی تعداد اس وقت زیادہ نہیں تھی، اس کو ھاتھوں ھاتھ لیا (جیسا کہ پہلے دیباچے میں جن ترجموں کا ذکر ھے، ان سے ظاھر ھوتا ھے)۔ لیکن تھوڑے ھی دنوں میں جون ۱۸۴۸ء میں پیرس کے مزدوروں کی شکست کے ساتھ رجعت کا دور شروع ھوا تو ''مینی‌فسٹو،، گمنامی میں پڑ گیا۔ اور آخرکار جب نومبر ۱۸۵۲ء میں کولون کے کمیونسٹوں کو سزا ھوئی تو ''مینی‌فسٹو،، کو ''قانون کے مطابق،، راندۂ قانون قرار دیا گیا۔ فروری انقلاب کے ساتھ جس مزدور تحریک کی ابتدا ھوئی تھی اس کے رخصت ھوتے ھی ''مینی‌فسٹو،، بھی گمنامی میں پڑ گیا۔

یورپ کے مزدور طبقے میں جب پھر اتنی طاقت آگئی کہ حکمران طبقوں پر نئے سرے سے حملہ کر سکے تو انٹرنیشنل ورکنگ منس ایسوسی‌ایشن قائم ھوئی۔ اس کا مقصد یورپ اور امریکہ کے مزدور طبقے کی تمام مستعد اور مجاھد طاقتوں کو ملا کر ایک زبردست فوج تیار کرنا تھا۔ اس لئے اس کی ابتدا ان اصولوں سے نہیں ھو سکتی تھی جو ''مینی‌فسٹو،، میں دئے گئے تھے۔ لازم تھا

کہ اس کا پروگرام ایسا ہو کہ انگلینڈ کی ٹریڈیونینوں، فرانس، بلجیم، اٹلی اور اسپین کے پرودھون کے نام لیوا اور جرمنی کے لاسال‌والوں* پر اس کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔ یہ پروگرام جو کہ انٹرنیشنل کے قواعدوضوابط کی تمہید کی صورت میں تھا خود مارکس نے مرتب کیا تھا اور ایسی استادی کے ساتھ کہ باکونن اور نراجیوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ ''مینی‌فسٹو،، میں جو اصول پیش کئے گئے تھے ان کی قطعی کامیابی کے لئے مارکس کو مزدور طبقے کی ذہنی نشوونما پر پورا بھروسہ تھا جو متحدہ عمل اور تبادلہٗ خیال کا لازمی نتیجہ ہو سکتی تھی۔ سرمائے کے خلاف جدوجہد کے واقعات، اس کے اتار چڑھاؤ اور کامیابیوں سے زیادہ اس کی شکستیں، لڑنے‌والوں کو یہ بتائے بغیر نہ رہ سکیں کہ ان کے ہر مرض کے نسخے جن کو وہ اس وقت تک استعمال کرتے تھے، بےکار ہیں اور اس طرح ان کے ذہن اس بات پر آمادہ ہوئے کہ مزدور طبقے کی نجات کے لئے جو صحیح شرطیں ہیں، ان کی پوری سمجھداری حاصل کریں۔ مارکس کا خیال صحیح نکلا۔ ۱۸۷۴ء کا مزدور طبقہ جب انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوا، ۱۸۶۴ء کے مزدور طبقے سے بہت مختلف تھا جب انٹرنیشنل کی بنیاد پڑی تھی۔ لاطینی ملکوں میں پرودھون کا مسلک اور جرمنی کی مخصوص لاسالیت دم توڑ رہی تھی اور انگلینڈ کی انتہائی قداست‌پرست ٹریڈ یونینیں بھی رفتہ رفتہ اس نقطہٗ‌نظر پر پہنچنے لگی تھیں جہاں ۱۸۸۷ء میں سوانسی میں ان کی کانگرس کے صدر نے ان کی جانب سے یہاں تک کہہ دیا کہ ''براعظم یورپ کی سوشلزم اب ہمارے لئے کوئی ڈراؤنی چیز نہیں رہی،،۔ حالانکہ ۱۸۸۷ء میں براعظم کی سوشلزم

---

*لاسال نے ذاتی طور پر ہمارے سامنے ہمیشہ یہی دعوی کیا کہ وہ مارکس کا ''پیرو،، ہے اور اس لحاظ سے وہ بےشک ''مینی‌فسٹو،، کو مانتا تھا۔ لیکن اس کے پیروؤں میں ان لوگوں کی حیثیت بالکل مختلف تھی جو لاسال کے اس مطالبے سے آگے بڑھنے کو تیار نہ تھے کہ سرکاری قرض کی مدد سے کوآپریٹیو ورکشاپ قائم کئے جائیں۔ ان لوگوں نے سارے مزدور طبقے کو سرکاری امداد کے حامیوں اور اپنی مدد کے حامیوں میں بانٹ رکھا تھا۔ (حاشیہ از اینگلس)

سے مراد تقریباً محض وہ نظریہ تھا جسے ''مینی‌فسٹو،، میں پیش کیا گیا تھا۔ غرضیکہ ایک حد تک ''مینی‌فسٹو،، کی تاریخ ۱۸۴۸ء کے بعد سے جدید مزدور تحریک کی تاریخ ہے۔ اس وقت بلاشبہ سوشلسٹ ادب میں ''مینی‌فسٹو،، کی اشاعت سب سے زیادہ ہوتی ہے، یہی اس ادب کا سب سے زیادہ بین اقوامی کارنامہ ہے اور سائبیریا سے کیلی‌فورنیا تک تمام ملکوں کے کروڑوں مزدوروں کا مشترکہ پروگرام ہے۔

پھر بھی جب یہ شائع ہوا ہم اسے سوشلسٹ مینی‌فسٹو نہیں کہہ سکتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں دو طرح کے آدمیوں کو سوشلسٹ کہا جاتا تھا۔ ایک طرف مختلف یوٹوپیائی نظاموں کے ماننےوالے تھے جن میں انگلینڈ میں اووین کے مقلد اور فرانس میں فورئیے کے ماننےوالے خاص طور پر قابل ذکر ہیں؛ ان دونوں کی تعداد اس وقت کم ہو کر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں رہ گئی تھیں اور رفتہ رفتہ مٹتی جا رہی تھیں۔ دوسری طرف بھانت بھانت کے سماجی نیم‌حکیم تھے، جو اپنے مختلف ہر مرض کے نسخوں کے ذریعہ اور طرح طرح کے جوڑ پیوند لگا کر سرمایہ اور نفع کو ذرا بھی نقصان پہنچائے بغیر سماجی خرابیوں کو دور کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں قسموں کے لوگ مزدور تحریک سے باہر تھے اور مدد کےلئے ''پڑھے لکھے،، طبقوں کا منہ تاکا کرتے تھے۔ برعکس اس کے مزدور طبقے کا وہ حصہ جو نئے سرے سے سماج کی بنیادی تعمیر کی مانگ کر رہا تھا اور جسے یقین تھا کہ محض سیاسی الٹ پلٹ کافی نہیں ہیں، اس زمانے میں اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتا تھا۔ اس وقت تک یہ ایک ان گھڑ، محض جبلی اور زیادہ‌تر بھدی کمیونزم تھی۔ پھر بھی اس میں اتنی قوت تھی کہ اس نے یوٹوپیائی کمیونزم کے دو نظام قائم کئے: فرانس میں کابے کی ''ایکاری،، کمیونزم اور جرمنی میں وائیٹلنگ کی۔ ۱۸۴۷ء میں سوشلزم ایک بورژوا تحریک تھی اور کمیونزم مزدور طبقے کی تحریک۔ سوشلزم کم از کم براعظم یورپ میں کافی نیک نام تھی، کمیونزم کا حال اس کے برعکس تھا۔ اور چونکہ ہم لوگوں کی اس وقت بھی یہ پختہ رائے تھی کہ ''مزدور طبقے کی نجات مزدور طبقے کا اپنا کام ہے،،، اس لئے ہمیں کوئی شک‌وشبہ نہیں ہوا کہ ہم کون سا نام اختیار کریں، اور اس کے بعد ہمیں کبھی اس نام کو ترک کرنے کا خیال نہیں آیا۔

"دنیا کے مزدورو، ایک ہو جاؤ!"، جب آج سے بیالیس برس قبل، پیرس انقلاب، ایسے پہلے انقلاب کے موقع پر، جبکہ پرولتاریہ اپنی مانگیں لے کر سامنے آیا تھا، ہم نے یہ آواز بلند کی تو کم لوگوں نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو مغربی یورپ کے زیادہ تر ملکوں کے پرولتاری، انٹرنیشنل ورکنگ منس ایسوسی‌ایشن میں متحد ہوگئے جس کی شاندار یاد آج بھی زندہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انٹرنیشنل خود صرف نو برس زندہ رہی مگر اس نے تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے ابدی اتحاد کو جنم دیا جو آج بھی زندہ ہے اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہے، اور آج سے بہتر شہادت اس کی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ آج جب میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں، یورپ اور امریکہ کا پرولتاریہ اپنی مجاہد قوتوں کا جائزہ لے رہا ہے جو پہلی بار ایک فوج کی طرح، ایک جھنڈے کے نیچے، ایک فوری مقصد کی خاطر منظم ہوئی ہیں یعنی قانونی طور پر کام کا دن آٹھ گھنٹے کا مقرر کیا جائے جس کا اعلان ۱۸۶٦ء میں انٹرنیشنل کی جنیوا کانگرس نے اور پھر ۱۸۸۹ء میں مزدوروں کی پیرس کانگرس نے کیا۔ اور آج کا نظارہ تمام ملکوں کے سرمایہ‌داروں اور زمین داروں کو دکھا دیگا کہ تمام ملکوں کے مزدور واقعی متحد ہو چکے ہیں۔

کاش کہ مارکس بھی آج میرے ساتھ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھتا!

ف۔ اینگلس

لندن، یکم مئی ۱۸۹۰ء

۱۸۹۲ء کے پولش ایڈیشن کا دیباچہ

''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،، کا ایک نیا پولش ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پیدا ہو جانے سے متعدد نتائج اخذ کرنا ممکن ہوگیا۔

سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے ''مینی‌فسٹو،، براعظم یورپ میں بڑے پیمانے کی صنعت کی نشوونما کا ایک قسم کا آئینہ بن گیا ہے۔ کسی ملک میں جس حد تک بڑے پیمانے کی صنعت بڑھتی ہے، اسی اعتبار سے اس ملک کے مزدوروں میں یہ خواہش بڑھتی ہے کہ وہ مزدور طبقے کی حیثیت سے مالک طبقے سے اپنے تعلقات کے بارے میں واقفیت حاصل کریں۔ ان میں سوشلسٹ تحریک پھیلتی ہے اور ''مینی‌فسٹو،، کی مانگ بڑھتی ہے۔ چنانچہ کسی ملک میں ''مینی‌فسٹو،، جتنی تعداد میں چھپتا ہے اس سے اس ملک میں صرف مزدوروں کی تحریک کی حالت ہی کا نہیں بلکہ بڑے پیمانے کی صنعت کی نشوونما کا بھی بہت کچھ صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ''مینی‌فسٹو،، کے نئے پولش ایڈیشن سے پولش صنعت کی قطعی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دس برس پہلے جب پچھلا ایڈیشن چھپا تھا، اس وقت سے آج تک یہ ترقی ہوئی ہے۔ روسی پولینڈ، کانگرس پولینڈ* روسی سلطنت کا بڑا

---

*یہاں پولینڈ کے اس حصے کا ذکر ہے جو وی‌آنا کانگرس (۱۵ — ۱۸۱۴ء) کے فیصلے کے مطابق روس میں شامل کر لیا گیا تھا۔ (ایڈیٹر)

صنعتی علاقه بن چکا ہے۔ روس کی بڑے پیمانے کی صنعت ادھر ادھر بکھری ہوئی ہے۔ ایک حصہ خلیج فن‌لینڈ کے پاس ہے اور دوسرا، مرکز میں یعنی ماسکو اور ولادی‌میر شہروں میں، تیسرا، بحیرۂاسود اور آزوف کے کنارے ہے، باقی کہیں اور ہیں۔ اس کے برعکس پولینڈ کی صنعت نسبتاً چھوٹے سے علاقے میں واقع ہے اور ایک جگه سمٹ جانے سے اس کو فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی۔ روسی کارخانه‌داروں نے اس فائده کا اعتراف کیا جب انہوں نے پولینڈ کی صنعت کے مقابلے سے بچنے کے لئے حفاظتی محصول لگانے کا مطالبه کیا، باوجود اس کے که پولینڈوالوں کو روسی بنا لینے کی وہ بڑی زبردست خواهش رکھتے هیں۔ دوسری طرف ظاهر هے که پولش کارخانه‌داروں اور روسی حکومت دونوں کو نقصان هے کیونکه پولینڈ کے مزدوروں میں سوشلسٹ خیالات تیزی سے پھیل رهے هیں اور ”مینی‌فسٹو“ کی مانگ بڑھ رهی هے۔

لیکن پولش صنعت کی تیز نشوونما جو روسی صنعت کو پیچھے چھوڑے جا رهی هے، بجائے خود ایک نیا ثبوت هے اس بات کا که پولش عوام میں بڑی جان هے۔ یه ان کے آنےوالے قومی احیا کی ایک نئی ضمانت هے۔ اور ایک مضبوط آزاد پولینڈ کا احیا محض پولینڈ کے لوگوں کا نهیں بلکه هم سبھوں کا کام هے۔ یورپ کی قوموں کا پرخلوص بین اقوامی تعاون اسی وقت ممکن هے جب ان میں سے هر قوم اپنے ملک میں پوری طرح مالک هو۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب نے پرولتاریه کے جھنڈے تلے محض یه موقع دیا که پرولتاری مجاهد بورژوا طبقے کا کام پورا کریں۔ اس کے ساتھ هی اس نے اپنی وصیت کے عاملوں لوئی بوناپارٹ اور بسمارک کے هاتھوں اٹلی، جرمنی اور هنگری کی آزادی بھی حاصل کی۔ لیکن پولینڈ کو جس نے ۱۷۹۲ء سے ان تینوں ملکوں کے مقابلے میں انقلاب کی زیاده خدمت کی هے، تنها چھوڑ دیا گیا، جبکه ۱۸۶۳ء میں اسے دس گنی زیاده طاقتور روسی فوج کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ اسرا پولینڈ کی آزادی کو نه تو قائم رکھ سکے اور نه دوباره حاصل کر سکے۔ آج بورژوا طبقے کی نظروں میں یه آزادی اگر اور کچھ نهیں تو بےمعنی ضرور هے۔ تاهم یورپ

کی قوموں کے هم‌آهنگ اتحاد اور تعاون کے لئے یه ضروری چیز ہے۔ اس کو پولینڈ کا نوعمر پرولتاریه هی حاصل کر سکتا ہے، اور اسی کے هاتھوں میں یه محفوظ رہےگی، کیونکه باقی سارے یورپ کے مزدوروں کو پولینڈ کی آزادی کی اتنی هی ضرورت ہے جتنی خود پولینڈ کے مزدوروں کو۔

ف۔ اینگلس

لندن، ۱۰ فروری ۱۸۹۲ء

۱۸۹۳ء کے اطالوی ایڈیشن کا دیباچہ

اطالوی قاری کے نام

''کمیونسٹ پارٹی کے مینی‌فسٹو،، کی اشاعت، ۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء کو ہوئی جو کہ میلان اور برلن کے انقلابوں کا دن تھا۔ یہ ہتھیاربند بغاوتیں تھیں دو قوموں کی، جن میں سے ایک براعظم یورپ کے مرکز میں اور دوسری بحرروم کے ملکوں کے مرکز میں‌آباد تھی؛ دو قوموں کی جو اس وقت تک اندرونی جھگڑوں اور پھوٹ سے کمزور ہو چکی تھیں اور اس طرح غیروں کے تسلط میں جا چکی تھیں۔ اٹلی، آسٹریائی شاہنشاہ کے ماتحت تھا اور جرمنی کو زار روس کا جوا پہننا پڑا، جس کی گرفت اگرچہ بالواسطہ زیادہ تھی مگر مضبوطی میں کم نہیں تھی۔ ۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء کے واقعات نے اٹلی اور جرمنی دونوں کو اس ذلت سے چھٹکارا دلایا۔ اگر ۱۸۴۸ء سے ۱۸۷۱ء تک کے عرصے میں ان دو بڑی قوموں کی نئے سرے سے تشکیل ہوئی اور کسی نہ کسی طرح انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کیا گیا تو اس کی وجہ بقول کارل مارکس کے یہ تھی کہ جن لوگوں نے ۱۸۴۸ء کے انقلاب کو دبایا وہی اپنے ارادوں کے باوجود، اس کی وصیت کے عامل بن گئے۔

ہر جگہ وہ انقلاب مزدور طبقے کا کارنامہ تھا: مزدوروں ہی نے اس کے مورچے کھڑے کئے اور اپنی جانیں قربان کیں۔ لیکن صرف پیرس کے مزدور حکومت کا تختہ الٹ کر یہ قطعی معینہ مقصد رکھتے تھے کہ بورژوا نظام کا تختہ بھی الٹ دیں۔ اگرچہ وہ یہ احساس رکھتے تھے کہ ان کے اپنے طبقے اور بورژوا طبقے کا اختلاف

اٹلی ہے، پھر بھی نہ تو ملک کی اقتصادی نشوونما اور نہ فرانس کے عام مزدوروں کا ذہنی ارتقا اس منزل پر پہنچا تھا جہاں سماج کی دوبارہ تعمیر ممکن ہوتی۔ لہذا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ انقلاب کا پھل سرمایہ‌داروں کو مل گیا۔ دوسرے ملکوں یعنی اٹلی، جرمنی اور آسٹریا میں مزدوروں نے شروع ہی سے بورژوازی کو اقتدار کی جگہ پر بٹھا دیا تھا اور اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ لیکن کسی ملک میں بھی قومی‌آزادی کے بغیر بورژوا طبقے کی حکومت ممکن نہیں ہے۔ لہذا ۱۸۴۸ء کا انقلاب اپنے جلو میں ان قوموں کا اتحاد اور ان کی خودمختاری لایا جو اس وقت تک ان سے محروم تھیں یعنی اٹلی، جرمنی اور ہنگری۔ پولینڈ کی باری اب آئے گی۔

غرضیکہ ۱۸۴۸ء کا انقلاب اگرچہ سوشلسٹ انقلاب نہیں تھا مگر اس نے اس کا راستہ صاف کیا، اس کے لئے زمین تیار کی۔ تمام ملکوں میں بڑے پیمانے کی صنعت کو زور پہنچا کر بورژوا نظام نے گذشتہ پینتالیس برسوں میں ہر جگہ ایک ایسے پرولتاریہ کو جنم دیا ہے جو تعداد میں کثیر ہے، یکجا ہے اور طاقتور ہے۔ غرضیکہ ''مینی‌فسٹو،، کے الفاظ میں اس نے اپنی قبر کھودنے‌والوں کو جنم دیا ہے۔ ہر ایک قوم کی خودمختاری اور اتحاد حاصل کئے بغیر نہ تو پرولتاریہ کا بین اقوامی اتحاد قائم کرنا ممکن ہوگا اور نہ مشترکہ مقاصد کےلئے ان قوموں کا پرامن اور ہوش‌مند تعاون۔ ۱۸۴۸ء سے پہلے کے سیاسی حالات میں ذرا اطالوی، ہنگرین، جرمن، پولش اور روسی مزدوروں کے کسی متحدہ بین اقوامی عمل کا تصور کیجئے!

چنانچہ ۱۸۴۸ء کی لڑائیاں رائگاں نہیں گئیں اور نہ وہ پینتالیس برس جو ہمیں اس انقلابی عہد سے جدا کرتے ہیں، بےمقصد صرف ہوئے۔ پھل پک رہا ہے اور میری تمنا یہی ہے کہ اس اطالوی ترجمے کی اشاعت اطالوی پرولتاریہ کی فتح کے لئے اسی طرح مبارک ثابت ہو جس طرح اصل ''مینی‌فسٹو،، کی اشاعت بین اقوامی انقلاب کے لئے ثابت ہوئی تھی۔

سرمایہ‌داری نے گذشتہ زمانے میں جو انقلابی کام کیا ہے، اس کا ذکر ''مینی‌فسٹو،، میں پورے انصاف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اٹلی پہلی سرمایہ‌دار قوم تھی۔ جاگیردار عہدوسطی کا خاتمہ اور جدید سرمایہ‌دارانہ عہد کی ابتدا ایک عظیم الشان شخصیت کے ساتھ ہوتی

ہے ۔ وہ اطالوی تھا : دانتے، جو کہ عہدوسطی کا آخری اور ساتھ ہی عہد جدید کا پہلا شاعر ہے ۔ ۱۳۰۰ء کی طرح آج بھی ایک نیا دور قریب آرہا ہے ۔ کیا اٹلی ہمیں وہ نیا دانتے دےگا جو اس نئے پرولتاری عہد کے جنم کی نیک ساعت کی خبر لائےگا؟

فریڈرک اینگلس

لندن، یکم فروری ۱۸۹۳ء

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو

یورپ کے اوپر ایک بھوت منڈلا رہا ہے ــ کمیونزم کا بھوت۔ اس بھوت کو اتارنے کے لئے پرانے یورپ کی تمام طاقتوں، پوپ اور بادشاہ، میٹرنک اور گیزو، فرانسیسی ریڈیکل اور جرمن پولیس کے جاسوسوں نے ایک مقدس اتحاد کر لیا ہے۔

وہ کون سی مخالف پارٹی ہے جسے اس کے ذی اقتدار حریفوں نے کمیونسٹ کہہ کر رسوا نہیں کیا؟ وہ کون سے مخالف ہیں جنہوں نے اپنے سے زیادہ ترقی‌پسند مخالف پارٹیوں پر اور اپنے رجعت پسند حریفوں پر بھی، الٹا، کمیونزم کا کلنک نہ لگایا ہو؟

اس حقیقت سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱ - تمام یورپی طاقتوں نے کمیونزم کو بجائے خود اب ایک طاقت تسلیم کر لیا ہے۔

۲ - وقت آگیا ہے کہ کمیونسٹ اب ساری دنیا کے سامنے برملا اپنے خیالات، مقاصد اور رجحانات کی اشاعت کریں اور کمیونزم کے بھوت کی اس طفلانہ کہانی کے جواب میں خود اپنی پارٹی کا مینی‌فسٹو پیش کریں۔

اسی غرض سے مختلف قوموں کے کمیونسٹ لندن میں جمع ہوئے اور مندرجۂ ذیل ''مینی‌فسٹو،، تیار کیا جو انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی، فلیمی اور ڈینش زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔

۱ - بورژوا اور پرولتاریہ*

آج تک تمام سماجوں کی تاریخ** طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ہے۔
آزاد اور غلام، پتریشین اور پلےبین، جاگیردار اور زرعی غلام،

---

*بورژوا سے جدید سرمایہداروں کا طبقہ مراد ہے جو سماجی پیداوار کے ذرایع کے مالک ہیں اور مزدوروں سے اجرت پر کام لیتے ہیں۔ پرولتاریہ، موجودہ زمانے کا، اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کا طبقہ ہے، جس کے پاس اپنا کوئی ذریعۂپیداوار نہیں اور جسے زندہ رہنے کے لئے اپنی طاقت محنت بیچنی پڑتی ہے۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

**یعنی وہ تمام تاریخ جو قلم بند ہو چکی ہے۔ ۱۸۴۷ء میں سماج کے ماقبل تاریخ کا زمانہ یعنی تاریخ کے قلمبند ہونے سے پہلے کی سماجی تنظیم گویا کسی کو معلوم نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد ہیکس تھاسن نے روس میں زمین کی مشترکہ ملکیت کا پتہ لگایا۔ پھر ماورر نے ثابت کیا کہ تمام قدیم جرمانوی نسلوں نے جب تاریخ کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت ان کی ہیئت اجتماعی کی بنیاد اسی مشترکہ ملکیت پر تھی، اور رفتہ رفتہ پتہ چلا کہ ہندستان سے آئرلینڈ تک ہر جگہ سماج دیہی برادریوں کی شکل میں منظم تھا یا اس شکل میں رہا ہے۔ اور مارگن نے جب کنبے کی اصلی نوعیت اور قبیلے سے اس کے تعلق کا حال معلوم کر لیا تو اس قدیم کمیونسٹ سماج کی اندرونی تنظیم اس کی مخصوص شکل میں اندھیرے سے اجالے میں آ گئی۔ یہی دریافت مارگن کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان قدیم برادریوں کے تتربتر ہونے پر سماج میں الگ الگ اور آخر کار مخالف

استاد* اور کاریگر غرضیکہ ظالم اور مظلوم برابر ایک دوسرے کے خلاف صف‌آرا رہے، کبھی کھلے بندوں اور کبھی پس‌پردہ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ اور ہر بار اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ یا تو نئے سرے سے سماج کی انقلابی تعمیر ہوئی یا لڑنےوالے طبقے ایک ساتھ تباہ ہو گئے۔

تاریخ کے ابتدائی زمانوں میں تقریباً ہر جگہ ہم سماج کو مختلف پرتوں میں تہہ بہ تہہ مرتب پاتے ہیں۔ مختلف سماجی مراتب کا ایک پورا زینہ ملتا ہے۔ قدیم روم میں ہمیں پتریشین، نائٹ، پلے‌بین اور غلام ملتے ہیں اور عہدوسطی میں جاگیردار، آسامی، استاد، کاریگر، نوسکھئے شاگرد اور زرعی غلام — اور تقریباً ان تمام طبقوں میں مزید ذیلی تقسیمیں ہیں۔

جدید بورژوا سماج نے جوکہ جاگیردار سماج کے کھنڈروں سے ابھرا ہے، طبقاتی اختلافات کو دور نہیں کیا۔ اس نے تو محض پرانے کی جگہ نئے طبقے، ظلم کی نئی صورتیں اور جدوجہد کی نئی شکلیں پیدا کر دیں۔

پھر بھی ہمارا عہد، جو بورژوا طبقے کا عہد ہے، ایک امتیازی صفت رکھتا ہے — اس نے طبقاتی اختلافات کی پیچیدگی کو کم کر دیا ہے: سماج بحیثیت مجموعی دن بدن دو بڑے مخالف مورچوں میں، دو بڑے طبقوں بورژوا اور پرولتاریہ میں بٹتا جا رہا ہے جو ایک دوسرے کے خلاف صف‌آرا ہیں۔

طبقوں کا امتیاز پیدا ہوگیا۔ میں نے اپنی کتاب «Der Ursprung der Familie, des Privateigentums und des Staats», 2 Aufl., Stuttgart, 1886. (دیکھئے: فریڈرک اینگلس- ''خاندن، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز،، دوسرا ایڈیشن، اشٹوٹ‌گارٹ، ۱۸۸۶ء۔) میں اس انتشار کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

*استاد یعنی گلڈماسٹر — اہل حرفہ کی انجمنوں یعنی گلڈ کے پورے رکن ہوتے تھے۔ وہ پوری انجمن کے سردار نہیں بلکہ اس کے اندر رکن کی حیثیت رکھتے تھے۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

عہدوسطی کے زرعی غلاموں سے ابتدائی شہروں کے حقوق یافتہ شہری پیدا ہوئے تھے۔ ان ہی شہریوں سے بورژوا طبقے کے ابتدائی عناصر کی نشوونما ہوئی۔

امریکہ کی دریافت اور افریقہ کے گرد جہاز رانی شروع ہونے کی وجہ سے ابھرتے ہوئے بورژوا طبقے کے لئے نئی راہیں کھل گئیں۔ ایسٹ انڈیا اور چین کی منڈیوں، امریکہ کی نوآبادکاری، نوآبادیوں کے ساتھ تجارت، ذرائع تبادلہ اور عام طور سے اجناس کی کثرت نے تجارت، جہاز رانی اور صنعت کو ایسی ترغیب دی جو کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی، اور اس کی وجہ سے گرتے ہوئے جاگیردار سماج میں انقلابی عناصر کو تیزی سے بڑھنے کا موقع ملا۔

صنعت کا نظام سابق جاگیردارانہ یا شاہوں کا، اب نئی منڈیوں کی بڑھتی ہوئی مانگوں کے لئے ناکافی ہو گیا۔ کارخانہ‌دار نظام نے اس کی جگہ لی۔ استاد کو درمیانی کارخانہ‌دار پرت نے نکال باہر کیا۔ ہر کارخانے کی اندرونی تقسیم محنت کے مقابلے میں اہل حرفہ کی مختلف جماعتوں کی باہمی تقسیم محنت ختم ہو گئی۔

اس اثنا میں منڈیاں برابر پھیلتی رہیں، مانگ برابر بڑھتی رہی۔ حتی کہ کارخانہ‌داری بھی اب کافی نہ ہو سکی۔ تب بھاپ اور مشین نے صنعتی پیداوار میں انقلاب برپا کردیا۔ کارخانہ‌داری کی جگہ دیوہیکل جدید صنعت نے اور درمیانی کارخانہ‌دار پرت کی جگہ صنعتی کروڑپتیوں نے، بڑی بڑی صنعتی فوجوں کے لیڈر، جدید بورژوا طبقے نے لے لی۔

جدید صنعت نے عالمگیر منڈی قائم کی، جس کے لئے امریکہ کی دریافت سے راہ کھل چکی تھی۔ اس منڈی نے تجارت، جہازرانی اور خشکی کے وسائل آمدورفت کو زبردست ترقی دی۔ اس ترقی سے صنعت کے بڑھنے میں اور مدد ملی، اور جیسے جیسے صنعت، تجارت، جہازرانی اور ریلوں کو توسیع ہوئی، اسی مناسبت سے بورژوا طبقے کی نشوونما ہوئی۔ اس نے اپنا سرمایہ بڑھایا اور ہر اس طبقے کو دھکیل کر پیچھے کردیا جو عہدوسطی سے چلا آ رہا تھا۔

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ خود جدید بورژوا طبقہ ارتقا کے ایک طویل سلسلے کا، پیداوار اور تبادلے کے طریقوں میں مسلسل کئی تغیرات کا نتیجہ ہے۔

بورژوا طبقے نے اپنی نشوونما کے دوران جو قدم بھی اٹھایا، اس کے ساتھ اسی مناسبت سے اس طبقے کی سیاسی ترقی بھی ہوئی۔ جاگیرداروں کے عہدحکومت میں وہ ایک مظلوم طبقہ تھا، زمانہ‌وسطی کے کمیون* (بلدیہ) میں ایک ہتھیاربند اور خودمختار جماعت، کہیں آزاد شہری جمہوریہ (جیسے اٹلی اور جرمنی میں) اور کہیں بادشاہی حکومت میں محصول گذار ''تیسرا طبقہ،، (جیسے فرانس میں)۔ بعد میں اصل کارخانہ‌داری کے زمانے میں اس نے امرا کے خلاف نیم جاگیرداری یا خودمختار شاہی حکومت کا پلہ بھاری کیا اور حقیقت میں عام طور پر بڑی بادشاہتوں کا سنگ بنیاد بنا۔ اسی بورژوا طبقے نے بالآخر بڑی صنعت اور عالم‌گیر منڈی قائم ہو جانے پر جدید نمائندہ ریاست میں بلاشرکت غیرے اپنے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرلیا۔ جدید ریاست کا صیغہ انتظامی تو محض ایک کمیٹی ہے، جو پورے بورژوا طبقے کے مشترکہ معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔

بورژوا طبقے نے تاریخی اعتبار سے نہایت انقلابی خدمت انجام دی ہے۔

بورژوا طبقے کا جہاں کہیں غلبہ ہوا، اس نے تمام جاگیردار، سر قبیلی اور دیہاتی رومانوی تعلقات کا خاتمہ کردیا۔ اس نے بےدردی سے ان گوناگوں جاگیردار بندھنوں کو توڑ دیا، جو انسان کو اس کے ''پیدائشی آقاؤں،، کا پابند کئے ہوئے تھے، اور خالص تن پروری

---

*''کمیون،، فرانس میں ابتدائی قصباتی شہروں کا نام اسی وقت سے چلا آتا ہے جبکہ انہوں نے اپنے جاگیردار آقاؤں سے لڑکر مقامی خودانتظامی اور ''تیسرے طبقے،، کی حیثیت سے اپنے سیاسی حقوق بھی نہیں حاصل کئے تھے۔ اس کتاب میں عام طور سے بورژوا طبقے کی اقتصادی نشوونما کا ذکر کرتے ہوئے انگلینڈ کو اور سیاسی نشوونما کا ذکر کرتے ہوئے فرانس کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اٹلی اور فرانس کے شہری باشندوں نے اپنی شہری برادریوں کو یہ نام اسی وقت دے دیا تھا جب انہوں نے اپنے جاگیردار مالکوں سے خود حکومتی کے ابتدائی حقوق خریدے یا زبردستی حاصل کئے۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اور بے درد ''نقد لین دین،، کے سوا آدمی آدمی میں اور کوئی رشتہ باقی نہیں رہنے دیا۔ اس نے مقدس مذہبی ولولے، بہادرانہ الوالعزمیوں اور پیٹی بورژوا جذبات پرستی کے تمام کیف کو حرص اور خودغرضی کے سرد پانی میں ڈبو دیا۔ اس نے جوہر ذاتی کو آنے پائی میں بدل دیا، اور بےشمار ناقابل ضبط سندیافتہ آزادیوں کی جگہ ریا اور مکر سے بھری واحد آزادی قائم کی اور وہ ہے تجارت کی آزادی۔ مختصر یہ کہ اس نے مذہب اور سیاست کے پردوں سے ڈھکے ہوئے استحصال کی جگہ عریاں، حیاسوز، براہ راست وحشیانہ استحصال رائج کر دیا ہے۔

بورژوا طبقے نے ہر اس پیشے کی عظمت چھین لی جس کی اب تک عزت ہوتی آئی تھی، اور جس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے طبیب، وکیل، مذہبی پیشوا، شاعر، اہل علم سب کو اپنا تنخواہ‌دار، اجرت پر کام کرنےوالا مزدور بنا دیاہے۔

بورژوا طبقے نے خاندانی رشتوں کی دلگداز جذبات پرستی کا نقاب چاک کر دیا ہے اور ان کو محض روپے آنے پائی کا رشتہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

بورژوا طبقے نے یہ راز فاش کر دیا کہ عہدوسطی میں اپنے کس بل کی وحشیانہ نمائش کا، جس کے رجعت پرست اس قدر دل‌دادہ ہیں اور سخت کاہلی اور عیش پرستی کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ وہ پہلا طبقہ ہے جس نے دکھا دیا کہ انسان کی کارگذاری کیا کچھ کر سکتی ہے۔ اس نے وہ عجائبات پیش کئے جن کے مقابلے میں مصر کے اہرام، روم کی نہریں اور گاتھی نمونے کے شاندار گرجے ہیچ ہیں۔ اس نے وہ وہ مہمیں سر کی ہیں جن کے سامنے تمام اگلے زمانوں کی قوموں کی مہمیں اور صلیبی جنگیں مات ہیں۔

بورژوا طبقہ آلات پیداوار میں اور ان کی وجہ سے تعلقات پیداوار میں اور ان کے ساتھ سماج کے سارے تعلقات میں لگاتار انقلابی الٹ پلٹ کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے برعکس پیداوار کے پرانے طریقوں کو بلاکسی ردوبدل کے جیوں کے تیوں قائم رکھنا، پہلے زمانے کے تمام صنعتی طبقوں کے بقا کی پہلی شرط تھی۔ پیداوار میں پیہم انقلابی الٹ پلٹ، جملہ سماجی تعلقات میں لگاتار خلل، دائمی عدم استحکام اور ہلچل بورژوازی کے عہد کو پہلے کے تمام زمانوں سے ممتاز

der

Kommunistischen Partei.

Veröffentlicht im Februar 1848.

Proletarier aller Länder vereinigt euch.

London.

Gedruckt in der Office der „Bildungs-Gesellschaft für Arbeiter"
von J. E. Burghard
46, Liverpool Street, Bishopsgate

”کمیونسٹ پارٹی کے مینی فسٹو“ کے پہلے ایڈیشن کا سرورق

کرتی ہیں۔ تمام دیرینہ تعلقات جو پتھر کی لکیر بن چکے تھے، اپنے قدیم اور لائق احترام تعصبات اور عقیدوں کے لاؤ لشکر سمیت نیست ونابود ہو گئے۔ اور نئے قائم ہونے والے تعلقات جڑ پکڑنے بھی نہیں پاتے کہ فرسودہ ہو جاتے ہیں۔ کل تک جو ٹھوس تھا، آج ہوا ہو گیا، جو پاک تھا وہ نجس ہے، اور انسان آخرکار مجبور ہوا کہ اپنی زندگی کی حقیقتوں کا اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا پورے ہوش وحواس کے ساتھ جائزہ لے۔

اپنے مال کے لئے منڈی کو برابر بڑھاتے رہنے کی ضرورت بورژوا طبقے سے سارے جہان کی خاک چھنواتی ہے۔ اسے ہر شاخ پر آشیانہ بنانا پڑتا ہے، ہر جگہ گھر بسانا پڑتا ہے، ہر جگہ تعلقات قائم کرنے ہوتے ہیں۔

بورژوا طبقے نے عالم گیر منڈی کے استحصال کے ذریعہ ہر ملک میں پیداوار اور کھپت کو آفاقی رنگ دے دیا ہے۔ رجعت پرست سخت خفا ہیں کہ صنعت جس قومی بنیاد پر کھڑی تھی، وہ زمین اس کے پاؤں تلے سے نکل گئی۔ پہلے سے چلی آنے والی تمام قومی صنعتیں تباہ کردی گئیں یا دن بدن تباہ ہوتی جا رہی ہیں۔ نئی صنعتیں ان کی جگہ لے رہی ہیں جن کو رائج کرنا تمام مہذب قوموں کے لئے زندگی اور موت کا سوال بنتا جا رہا ہے۔ یہ وہ صنعتیں ہیں جن میں اپنے دیس کا کچا مال استعمال نہیں ہوتا بلکہ دور دور کے علاقوں سے کچا مال آتا ہے۔ ان صنعتوں کی پیداوار کی کھپت صرف اپنے ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں ہوتی ہے۔ پرانی ضرورتوں کی جگہ جو اپنے ملک کی پیداوار سے پوری ہو جایا کرتی تھیں، اب نئی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں، جن کو پورا کرنے کے لئے دور دراز کے ملکوں اور علاقوں کا مال چاہئے۔ پرانی مقامی اور قومی علیحدگی اور خود کفالتی کے بدلے اب ہر طرف باہمی اشتراک کا دور دورہ ہے اور قوموں کی ایک دوسرے سے عالم گیر وابستگی دیکھنے میں آتی ہے۔ اور مادی پیداوار کا جو حال ہے وہی ذہنی پیداوار کا بھی ہے۔ ہر قوم کے ذہنی کارنامے ساری دنیا کی میراث بنتے جا رہے ہیں۔ قومی یک طرفہ پن اور تنگ نظری دن بدن ناممکن ہوتی جارہی ہے اور متعدد قومی اور مقامی ادب سے مل کر ایک عالم گیر ادب جنم لے رہا ہے۔

بورژوا طبقہ تمام آلات پیداوار کو تیزی سے ترقی دیتا اور آمدورفت کے وسیلوں کو بے حد آسان بناتا رہتا ہے، اور ان کے بل پر وہ تمام قوموں کو حتی کہ انتہائی وحشی قوموں کو بھی تہذیب کے دائرے میں کھینچ لاتا ہے۔ اس کے تجارتی مال کی ارزانی گولے بارود کا کام کرتی ہے جن سے مارمارکر وہ ہر دیوارچین کو گرا دیتا ہے، اور ضدی سے ضدی وحشیوں کو جن کے دل سے غیروں کی نفرت کا جذبہ مارے نہیں مرتا، ہار ماننے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ تمام قوموں کو مجبور کرتا ہے کہ بورژوا طریقۂ پیداوار اختیار کریں یا فنا ہو جائیں۔ وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ بھی اس کی منہ بولی تہذیب کو اپنے یہاں رائج کریں یعنی وہ خود بھی بورژوا بنیں۔ مختصر یہ کہ وہ اپنے سانچے میں ایک دنیا کو ڈھال لیتا ہے۔

بورژوا طبقے نے دیہات کو شہروں کے تابع کر دیا ہے۔ اس نے بڑے بڑے شہر بسائے ہیں۔ دیہات کے مقابلے میں شہری آبادی کو بہت بڑھا دیا ہے اور اس طرح آبادی کے ایک بڑے حصے کو دیہاتی زندگی کے گھامڑپن سے چھٹکارا دلایا ہے۔ اور جس طرح اس نے دیہات کو شہروں کا دست‌نگر بنایا، اسی طرح غیرمہذب اور نیم مہذب ملکوں کو مہذب ملکوں کا، کسانوں کی قوموں کو بورژوا قوموں کا، مشرق کو مغرب کا محتاج بنایا۔

بورژوا طبقہ، ذرائع پیداوار، ملکیت اور آبادی کی تتربتر حالت کو دن بدن ختم کرتا جا رہا ہے۔ اس نے کثیر آبادیوں کو اکٹھا کیا ہے، ذرائع پیداوار کو مرکزیت بخشی ہے اور ملکیت کو چند ہاتھوں میں بٹور لیا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ سیاسی مرکزیت تھا۔ صوبے جو آزاد تھے یا جن میں کوئی واضح تعلق نہیں تھا، جن کے مفاد، قانون، حکومتیں اور محصول کے طریقے الگ الگ تھے، اب مل کر ایک قوم بن گئے ہیں، جس کی ایک حکومت ہے، قانون کا ایک ہی ضابطہ ہے، ایک قومی طبقاتی مفاد ہے، ایک سرحد اور ایک کسٹم ڈیوٹی ہے۔

بورژوا طبقے نے اپنے بہ مشکل ایک سو برس کے دورحکومت میں اتنی بڑی اور دیوپیکر پیداواری قوتیں تخلیق کر لی ہیں کہ پچھلی تمام نسلیں مل کر بھی نہ کر سکی تھیں۔ قدرت کی طاقتوں پر انسان کی کارفرمائی، مشینیں، صنعت اور زراعت میں کیمیا کا استعمال، دخانی

جہاز رانی، ریلیں، تار برقی، کھیتی کے لئے پورے کے پورے براعظموں کی صفائی، نہریں بنا کر دریاؤں کو ملانا اور گویا جادو کے زور سے زمین کا سینہ چیر کر چشم‌زدن میں بڑی بڑی آبادیوں کا ظہور میں آجانا — آج سے پہلے کس زمانے کے لوگوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات آسکتی تھی کہ اجتماعی محنت کی گود میں ایسی ایسی پیداواری طاقتیں پڑی سو رہی ہیں!

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیداوار اور تبادلہ کے وسیلے، جن کی بنیاد پر بورژوا طبقے نے اپنے آپ کو بنایا، جاگیردار سماج میں پیدا ہوئے تھے۔ پیداوار اور تبادلہ کے ان وسیلوں کی نشوونما میں ایک منزل ایسی آئی کہ جاگیردار سماج کے حالات میں، جن میں مال کی پیداوار اور اس کا تبادلہ ہوتا تھا، زراعت اور کارخانہ‌داری صنعت کی جاگیردار تنظیم کے اندر، مختصر یہ کہ ملکیت کے جاگیردار رشتوں سے اب بڑھی ہوئی پیداواری قوتوں کا نباہ ناممکن ہو گیا۔ یہ رشتے ان قوتوں کے پیروں کی زنجیر بن گئے۔ ان زنجیروں کو توڑنا تھا۔ ان کو توڑ دیا گیا۔

اب آزاد مقابلے نے ان کی جگہ لے لی، اور اپنے حسب حال ایک سماجی اور سیاسی نظام اور بورژوا طبقے کا اقتصادی اور سیاسی اقتدار بھی ساتھ لیتا آیا۔

اسی قسم کی ایک تبدیلی خود ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ھے۔ جدید بورژوا سماج نے گویا جادو کے زور سے پیداوار اور تبادلے کے عظیم الشان وسیلے کھڑے کر لئے ہیں۔ مگر پیداوار، تبادلہ اور ملکیت کے اپنے رشتوں سمیت اس سماج کی حالت اس شعبدہ‌گر کی سی ھے جس نے اپنے جادو سے شیطانی طاقتوں کو جگا تو لیا ھے مگر اب قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ پچھلے بیسیوں برس سے صنعت اور تجارت کی تاریخ، جدید پیداواری قوتوں کی بغاوت کی تاریخ ھے، بغاوت جدید تعلقات پیداوار کے خلاف اور ملکیت کے ان رشتوں کے خلاف جو بورژوا طبقے اور اس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس سلسلے میں ان تجارتی بحرانوں کا ہی نام لینا کافی ھے جو برابر کچھ وقفے کے بعد لوٹ کر آیا کرتے ہیں اور پورے بورژوا سماج کی زندگی کو ہر بار پہلے سے بھی بڑے خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ان بحرانوں میں ہر بار صرف تیار مال کا ہی نہیں

بلکہ پہلے کی بنی ہوئی پیداواری قوتوں کا بھی ایک بڑا حصہ برباد کردیا جاتا ہے۔ ان بحرانوں میں گویا ایک وبا سی پھیل جاتی ہے، فاضل پیداوار کی وبا، جو پہلے کے تمام زمانوں میں ایک ان ہونی سی بات معلوم ہوتی۔ سماج دفعتاً اپنے آپ کو کچھ دنوں کے لئے بربریت کے عالم میں پاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے قحط یا عالم گیر جنگ کی تباہ کاریوں نے تمام وسائل حیات کے دروازے بند کر دئے ہوں۔ صنعت و تجارت برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ تمدن کی برکتوں کی افراط ہے، زندگی کے وسائل کی افراط ہے، صنعت کی افراط ہے، تجارت کی افراط ہے۔ سماج کے ہاتھ میں جو پیداواری قوتیں ہیں، ان سے اب بورژوا ملکیت کے نظام کی مزید ترقی میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ اس کے برعکس وہ اتنی طاقتور ہو گئی ہیں کہ اس نظام کے سنبھالے نہیں سنبھلتیں۔ یہ نظام ان کے پیروں کی زنجیر بن جاتا ہے اور جوں ہی کہ وہ ان زنجیروں پر قابو پاتی ہیں، پورے بورژوا سماج میں خلل پڑ جاتا ہے، بورژوا ملکیت کا وجود خطرے میں پڑجاتا ہے۔ بورژوا تعلقات کا دامن اتنا تنگ ہے کہ وہ خود اپنی پیدا کی ہوئی دولت بھی نہیں سنبھال سکتا۔ پھر بورژوا طبقہ ان بحرانوں پر قابو کیسے پاتا ہے؟ اس کے لئے ایک طرف پیداواری قوتوں کا بڑا حصہ زبردستی برباد کر دیا جاتا ہے، دوسری طرف، نئی منڈیوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور پرانی منڈیوں کا استحصال اور بھی زیادہ شدت سے کیا جاتا ہے۔ یعنی اور بھی زیادہ وسیع اور تباہ کن بحرانوں کے لئے راستہ صاف کیا جاتا ہے، اور ان بحرانوں کو روکنے کے وسیلے اور کم کر دئے جاتے ہیں۔

وہ ہتھیار جن سے بورژوا طبقے نے جاگیردار نظام کو زیر کیا تھا، اب خود بورژوا طبقے کے خلاف اٹھائے جا رہے ہیں۔

لیکن بورژوا طبقے نے صرف وہ ہتھیار ہی نہیں ڈھالے جو اس کی موت کا پیغام لا رہے ہیں۔ وہ ان آدمیوں کو بھی وجود میں لے آیا ہے جو یہ ہتھیار اٹھائیں‌گے یعنی پرولتاریہ، جدید مزدور طبقہ۔

جس نسبت سے بورژوا طبقے یعنی سرمائے کی ترقی ہوتی ہے، اسی نسبت سے پرولتاریہ یعنی جدید مزدور طبقہ ترقی کرتا ہے جو زندہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک اسے کام ملتا رہے اور کام اسی وقت تک ملتا ہے جب تک اس کی محنت سرمایہ کو بڑھاتی ہے۔

یہ مزدور، جنہیں اپنے آپ کو فرداً فرداً کرکے بیچنا پڑتا ہے، تجارت کی اور سب چیزوں کی طرح ایک جنس تبادلہ ہیں - لہذا یہ بھی مقابلے کے تمام ہیرپھیر اورمنڈی کے تمام اتارچڑھاؤ کے رحم و کرم پر ہیں -

مشینوں کے وسیع استعمال اور محنت کی تقسیم کی وجہ سے مزدوروں کا کام اپنی تمام انفرادی خصوصیت کھو چکا ہے اور اسی وجہ سے مزدور کےلئے اس میں کوئی دل کشی باقی نہیں رہی - وہ مشین کا دم چھلا بن کر رہ گیا ہے - اس کو اب صرف ایک ڈھب جاننا چاہئے جو نہایت سیدھی سادی، نہایت اکتا دینے والی اور نہایت آسانی سے آنے والی چیز ہے - چنانچہ مزدور پر لاگت تقریباً تمام تر ان وسائل زندگی تک محدود ہے جو اس کے اپنے گذارے اور افزائش نسل کے لئے ضروری ہیں - لیکن کسی جنس کی قیمت اور اس لئے محنت کی قیمت* بھی اس کی پیداوار کی لاگت کے برابر ہے - اس لئے کام جتنا زیادہ ناپسندیدہ ہوتا جاتا ہے، اسی نسبت سے اجرت میں کمی ہوتی جاتی ہے - اور یہی نہیں بلکہ جس نسبت سے مشینوں کا استعمال اور محنت کی تقسیم بڑھتی ہے اسی نسبت سے مشقت کا بوجھ بڑھتا ہے، چاہے وہ کام کے گھنٹے بڑھنے سے ہو، مقررہ وقت میں زیادہ کام لینے کی وجہ سے ہو یا مشین کی رفتار تیز ہو جانے سے -

جدید صنعت نے اہل حرفہ کے چھوٹے کارخانے کو صنعتی سرمایہ‌دار کی بڑی فیکٹری میں بدل دیا ہے، مزدوروں کے کثیر انبوہ کو فیکٹری میں جمع کر کے فوجی سپاہیوں کی طرح ان کی تنظیم کی ہے، افسروں اور حولداروں کا ایک پورا سلسلہ ہے جن کی کمان میں انہیں صنعتی فوج کے عام سپاہیوں کی طرح رکھا گیا ہے - وہ صرف بورژوا طبقے اور بورژوا ریاست کے غلام نہیں ہیں، وہ ہر دن اور ہر گھڑی مشین کی، نگران کار کی، اور سب سے بڑھ کر انفرادی طور پر کارخانے کے مالک بورژوا کی غلامی کرتے ہیں - یہ ظالمانہ نظام

---

*بعد میں مارکس نے بتایا کہ مزدور اپنی محنت نہیں بلکہ محنت کی طاقت بیچتا ہے - اس سلسلے میں مارکس کی کتاب ''اجرتی محنت اور سرمایہ،، پر اینگلس کا مقدمہ پڑھئے - (ایڈیٹر)

جس قدر کھلے بندوں نفع خوری کو اپنی غرض و غایت بناتا ہے، اسی قدر ذلیل، قابل نفرت اور تلخ تر ہوتا جاتا ہے۔

جسمانی محنت میں مہارت اور طاقت صرف کرنے کی ضرورت جس قدر کم ہوتی جاتی ہے یعنی دوسرے لفظوں میں جدید صنعت جتنی زیادہ ترقی کرتی ہے، اسی قدر عورتوں اور بچوں کا کام مردوں کی جگہ لیتا ہے۔ مزدور طبقے کے لئے عمر اور جنس کی بنا پر امتیاز قائم کرنے کا اب کوئی سماجی جواز باقی نہیں رہا۔ سب محنت کے آلۂ کار ہیں جن کی قیمت ان کی عمر اور جنس کے لحاظ سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔

جوں ہی کارخانہ‌دار کے ہاتھوں مزدور کا استحصال کچھ دیر کے لئے رکتا ہے اور اسے اپنی اجرت کے نقد پیسے ملتے ہیں، ویسے ہی بورژوا طبقے کے دوسرے حصے — مالک‌مکان، دکاندار، ساہوکار وغیرہ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

درمیانی طبقے کے نچلے حصے — چھوٹے کارخانہ‌دار، چھوٹے تاجر اور عموماً کاروبار چھوڑ بیٹھنے والے تاجر، دست کار اور کسان یہ سب گرتے گرتے پرولتاریہ میں جا ملتے ہیں، کچھ تو اس وجہ سے کہ جس پیمانے پر جدید صنعت چلائی جاتی ہے، اس کے لئے ان کا حقیر سرمایہ کفایت نہیں کرتا اور بڑے سرمایہ‌داروں کے مقابلے میں ان کی لٹیا ڈوب جاتی ہے، اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کا مخصوص ہنر اب پیداوار کے نئے طریقوں کی بدولت کسی کام کا باقی نہیں رہتا۔ اس طرح آبادی کے ہر طبقے سے لوگ بھرتی ہو کر پرولتاریہ میں آتے رہتے ہیں۔

مزدور طبقہ نشوونما کی کئی منزلوں سے گذرتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی بورژوا طبقے سے اس کی جدوجہد شروع ہو جاتی ہے، شروع شروع میں کسی ایک بورژوا کے خلاف جو براہ راست ان کا استحصال کرتا ہے، اکے دکے مزدور مقابلے پر اترتے ہیں، پھر ایک فیکٹری میں کام کرنے والے اور اس کے بعد ایک علاقے میں ایک پوری صنعت کے مزدور۔ ان کے حملے کا رخ صرف بورژوا تعلقات پیداوار کے خلاف نہیں بلکہ خود آلات پیداوار کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ باہر سے آئی ہوئی مصنوعات کو جو ان کی محنت سے مقابلہ کرتی ہیں، برباد کرنے لگتے ہیں۔ وہ مشینوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں، کارخانوں

میں آگ لگا دیتے ہیں اور عہدوسطی کے کاریگروں کے کھوئے ہوئے مرتبے کو زبردستی لوٹا لانا چاہتے ہیں۔

اس وقت مزدور تتر بتر بھیڑ کی حالت میں سارے ملک میں بکھرے ہوتے ہیں۔ آپس کے مقابلے سے ان کا شیرازہ منتشر رہتا ہے۔ اگر کہیں کہیں وہ مل کر زیادہ گٹھی ہوئی جماعت بناتے ہیں تو یہ ابھی تک ان کے اپنے عملی اتحاد کا نتیجہ نہیں بلکہ بورژوا طبقے کے اتحاد کا نتیجہ ہے۔ یہ طبقہ خود اپنا سیاسی مقصد پورا کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ پورے مزدور طبقے کو حرکت میں لائے اور اس میں اس وقت تک ایسا کرنے کی قدرت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اس مرحلے پر مزدور طبقہ اپنے دشمنوں سے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کے دشمنوں سے — مطلق العنان بادشاہت کی بچی کچی نشانیوں سے، زمین‌داروں سے، غیر صنعتی بورژوا اور پیٹی بورژوا طبقے سے لڑتا ہے۔ غرضیکہ تاریخ کی ساری حرکت کی باگ ڈور بورژوا طبقے کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور ان حالات میں جو فتح حاصل ہوتی ہے وہ بورژوا طبقے کی فتح ہوتی ہے۔

لیکن صنعت کی ترقی کے ساتھ مزدور طبقہ صرف تعداد میں ہی نہیں بڑھتا بلکہ وہ بڑی سے بڑی تعداد میں مرکوز ہونے لگتا ہے، اس کی طاقت بڑھتی ہے اور اسے روز بروز اپنی طاقت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ جیسے جیسے مشین محنت کے تمام امتیازوں کو مٹاتی جاتی ہے اور تقریباً ہر جگہ اجرتوں کو ایک ہی ادنی سطح پر لے آتی ہے، اسی نسبت سے مزدور طبقے کی صفوں کے اندر مختلف مفاد اور زندگی کی مختلف حالتوں میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ بورژوا طبقے میں بڑھتا ہوا مقابلہ اور اس کی بدولت تجارتی بحران، مزدوروں کی اجرتوں میں آئے دن اتار چڑھاؤ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ مشینوں میں نت نئے سدھار اور ان کی تیز سے تیزتر ترقی کی وجہ سے مزدوروں کی روزی دن بدن خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اکے دکے مزدوروں اور بورژوا لوگوں کی جھڑپیں روز بروز دو طبقوں کی ٹکر کی صورت اختیار کرتی جاتی ہیں اور تب بورژوازی کے خلاف مزدور اپنی انجمنیں (ٹریڈ یونینیں) بنانے لگتے ہیں۔ اجرت کی شرح کو قائم رکھنے کے لئے وہ آپس میں مل جاتے ہیں۔ اپنی وقتی بغاوتوں کے لئے پہلے سے بند و بست کرنے کی غرض سے وہ مستقل انجمنیں قائم کرتے ہیں۔

کہیں کہیں یہ ٹکر کھلی بغاوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

کبھی کبھار مزدوروں کی جیت ہوتی ہے مگر چند روزہ۔ ان کی جدوجہد کا اصلی پھل فوری کامیابیوں میں نہیں بلکہ مزدوروں کے دن بدن بڑھتے ہوئے اتحاد میں ہے۔ اس اتحاد کو آمدورفت کے ان ترقی یافتہ وسیلوں سے بڑی مدد ملتی ہے، جنہیں جدید صنعت نے جنم دیا ہے اور جن کی مدد سے مختلف جگہوں کے مزدوروں میں ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور وہی ربط ہے جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تاکہ تمام مقامی جدوجہد جن کی نوعیت سب جگہ ایک سی ہے، ایک مرکز پر لائی جا سکے اور اسے قومی پیمانے پر طبقاتی جدوجہد کی صورت دی جا سکے۔ لیکن ہر طبقاتی جدوجہد ایک سیاسی جدوجہد ہے۔ اور وہ اتحاد جسے حاصل کرنے کے لئے عہدوسطی کے شہریوں کو اپنی خستہ حال شاہراہوں کی وجہ سے صدیاں درکار تھیں، جدید مزدور طبقے نے ریلوں کی برکت سے چند برسوں میں قائم کر لیا ہے۔

ایک طبقے کی صورت میں اور اس کے نتیجے کے طور پر ایک سیاسی پارٹی میں مزدور طبقے کی یہ تنظیم خود مزدوروں کے آپس کے مقابلے کی بدولت برابر الٹتی رہتی ہے۔ لیکن ہر بار وہ پہلے سے زیادہ مضبوط، زیادہ پائدار اور زیادہ طاقتور ہو کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور خود بورژوا طبقے کے اندر کی پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر وہ مزدوروں کے انفرادی مفاد قانون کی نظر میں تسلیم کرا لیتی ہے۔ چنانچہ انگلینڈ میں دس گھنٹے کام کا قانون اسی طرح منظور ہوا تھا۔

فی الجملہ پرانے سماج کے طبقوں کی آپس کی ٹکریں مزدور طبقے کی نشوونما میں کئی طرح سے مددگار ہوتی ہیں۔ بورژوا طبقہ اپنے آپ کو مسلسل جدوجہد میں مبتلا پاتا ہے — شروع میں طبقہ امرا کے خلاف، پھر بورژوا طبقے کے ان حصوں کے خلاف جن کے مفاد صنعت کی ترقی سے ٹکرانے لگتے ہیں، اور ساری بدیسی بورژوازی کے خلاف تو ہر زمانے میں۔ ان سب لڑائیوں میں وہ مجبور ہوتا ہے کہ مزدور طبقے سے اپیل کرے، اس سے مدد مانگے اور اس طرح اسے سیاست کے میدان میں کھینچ لائے۔ غرضیکہ خود بورژوا طبقہ پرولتاریہ کو اپنی سیاسی اور عام تعلیم کی مبادیات سے لیس کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں

میں وہ خود پرولتاریہ کے ہاتھوں میں بورژوا طبقے سے لڑنے کے ہتھیار دیتا ہے۔

پھر ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ صنعت کی ترقی سے حکمران طبقوں کے بعض پورے کے پورے گروہ تباہ ہو کر مزدور طبقے میں آملتے ہیں یا کم از کم ان کے حالات‌زندگی کے تباہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سے بھی مزدور طبقے کو روشن خیالی اور ترقی کی نئی مبادیات ملتی ہیں۔

بالآخر جب طبقاتی جدوجہد کے فیصلہ کن لمحے قریب آتے ہیں تو حکمران طبقے کے اندر اور دراصل پورے پرانے سماج کے اندر انتشار کا یہ سلسلہ اتنی شدید اور نمایاں صورت اختیار کر لیتا ہے کہ حکمران طبقے کا ایک مختصر گروہ اس سے ٹوٹ کر الگ ہو جاتا ہے اور انقلابی طبقے میں آملتا ہے، اس طبقے میں جس کے ہاتھ میں مستقبل کی باگ ڈور ہے۔ جس طرح اس سے پہلے دور میں طبقہ امرا کا ایک حصہ بورژوا طبقے سے آملا تھا اسی طرح آج بورژوا طبقے کا ایک حصہ پرولتاری طبقے کا ساتھ اختیار کرتا ہے، اور خاص کر بورژوا اہل فکر کا وہ حصہ جو اس بلندی پر پہنچ گیا ہے کہ بحیثیت مجموعی پورے تاریخی ارتقا کو نظریاتی طور سے سمجھ سکے۔

بورژوا طبقے کے روبرو اس وقت جتنے طبقے کھڑے ہیں، ان سب میں ایک پرولتاریہ ہی حقیقت میں انقلابی ہے۔ دوسرے طبقے جدید صنعت کے مقابلے میں زوال‌پذیر اور بالآخر ناپید ہوتے جاتے ہیں۔ پرولتاریہ اس کی مخصوص اور لازمی پیداوار ہے۔

درمیانی پرت: چھوٹے کارخانہ‌دار، دکاندار، دست‌کار، کسان سب ہی بورژوا طبقے سے لڑتے ہیں تاکہ درمیانی پرت کی حیثیت سے اپنی ہستی کو مٹنے سے بچائیں۔ اس‌لئے وہ انقلابی نہیں قدامت‌پرست ہیں۔ اتنا ہی نہیں، وہ رجعت پرست بھی ہیں کیونکہ وہ تاریخ کی گنگا کو الٹا بہانا چاہتے ہیں۔ اگر کبھی وہ انقلابی بنتے ہیں تو صرف یہی دیکھ کر کہ ان کے لئے پرولتاریہ کے ساتھ ملنے کی گھڑی قریب آپہنچی ہے، کہ وہ اپنے حال کے نہیں، مستقبل کے مفاد کی حفاظت کرتے ہیں، کہ پرولتاریہ کے نقطۂ نظر پر پہنچنے کے لئے خود اپنے نقطۂ نظر سے دست‌بردار ہو جاتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ وہ Lumpen-Proletariat *، وہ پڑی پڑی سڑنے والی پیداوار جسے پرانے سماج کی سب سے نچلی تہیں چھوڑ گئی ہیں، کہیں کہیں پرولتاری انقلاب کی تحریک کے بہاؤ میں آ جائے۔ لیکن اس کی زندگی کے حالات ایسے ہیں کہ اس میں رجعت پرستوں کی سانٹھ گانٹھ میں بھاڑے کا ٹٹو بننے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔

پرولتاریہ کے حالاتِ‌زندگی میں پرانے سماج کے حالاتِ‌زندگی ختم ہو جاتے ہیں۔ پرولتاری کی کوئی ملکیت نہیں۔ اپنے بیوی بچوں سے اس کے تعلقات میں اور بورژوا خانگی زندگی میں اب کوئی چیز مشترک نہیں رہتی۔ جدید صنعتی محنت نے، سرمائے کی جدید غلامی نے جو انگلینڈ اور فرانس میں، امریکہ اور جرمنی میں سب جگہ ایک ہے، اس سے قومی کردار کی ہر نشانی چھین لی ہے۔ قانون، اخلاق، مذہب سب اس کے لئے بورژوا طبقے کے ڈھکوسلے سے زیادہ نہیں ہیں جن میں ایک ایک کے پیچھے بورژوا مفاد گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

پہلے کے تمام طبقوں نے جب کبھی غلبہ پایا تو اپنے حاصل کئے ہوئے مرتبے کو پائدار بنانے کے لئے پورے سماج کو اپنے نظام تصرف کے تابع کر دینا چاہا۔ پرولتاری جب تک خود اپنے سابقہ طریقۂ تصرف کو اور اس طرح تصرف کے ہر سابقہ طریقے کو منسوخ نہ کر ڈالے، سماج کی پیداواری قوتوں کا مالک نہیں بن سکتا۔ اس کا اپنا کچھ نہیں جسے قائم رکھنا ہو اور جس کی حفاظت کرنی ہو۔ اس کا منصب ذاتی ملکیت کے جملہ سابقہ تحفظات اور ضمانتوں کو مٹانا ہے۔

پہلے کی تمام تاریخی تحریکیں اقلیتوں کی تحریکیں تھیں یا اقلیتوں کے حق میں تھیں۔ مزدور تحریک بہت بڑی اکثریت کے حق میں، بہت بڑی اکثریت کے مفادات کے لئے آزاد تحریک ہے۔ پرولتاریہ موجودہ سماج میں سب سے نیچے درجے پر ہے اور جب تک مروجہ سماج کے بالائی پرتوں کے تمام تاروپود نہ بکھیر دئے جائیں، وہ نہ تو جنبش کر سکتا ہے اور نہ سر اٹھا سکتا ہے۔

---

*سرمایہ‌دارانہ سماج میں طبقات سے ٹوٹی ہوئی تہہ جو پیداواری عوامل سے نکالے ہوئے لوگوں (بھیک منگوں، آوارہ گردوں، رنڈیوں اور مجرموں وغیرہ) پر مشتمل ہوتی تھی۔

بورژوا طبقے کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد معنوی اعتبار سے تو نہیں، مگر اپنی صورت میں شروع شروع میں ایک قومی جدوجہد ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر ملک کے پرولتاریہ کو سب سے پہلے اپنے ہی بورژوا طبقے سے نبٹنا پڑتا ہے۔

پرولتاریہ کی نشوونما کے بالکل عام مدارج بیان کرتے ہوئے ہم نے اس خانہ جنگی کا خاکہ کھینچا تھا جو موجودہ سماج میں کسی قدر پوشیدہ طور پر زوروشور سے جاری ہے۔ حتی کہ ایک منزل ایسی آتی ہے جبکہ یہ جنگ کھلم کھلا انقلاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور بورژوا طبقے کا تختہ زبردستی الٹ کر پرولتاریہ کے اقتدار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

ہم نے دیکھا کہ آج تک ہر سماج کی بنیاد ظالم اور مظلوم طبقوں کے تصادم پر رہی ہے۔ لیکن کسی طبقے پر ظلم کرنے کے لئے بھی ایسے حالات مہیا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جن میں طبقہ کم از کم اپنی غلامانہ زندگی کو برقرار رکھ سکے۔ زرعی غلامی کے زمانے میں زرعی غلام بڑھتے بڑھتے کمیون کا رکن بنا، ٹھیک اسی طرح جیسے پیٹی بورژوا آدمی جاگیردارانہ مطلق العنانی کے جوئے تلے ترقی کرکے بورژوا بن گیا۔ اس کے برعکس جدید مزدور صنعت کے فروغ کے ساتھ اوپر اٹھنے کے بجائے اپنے طبقے کے موجودہ معیارزندگی سے بھی نیچے گرتا جا رہا ہے۔ وہ نادار ہوتا جاتا ہے اور ناداری، آبادی اور دولت دونوں سے زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بورژوا طبقہ اب اس قابل نہیں رہا کہ سماج پر حکمرانی کر سکے اور اپنے طبقے کے حالات زندگی کو ہمہ گیر قانون کا درجہ دے کر پورے سماج پر چسپاں کر سکے۔ وہ حکومت کرنے کا اہل نہیں رہا کیونکہ وہ اپنے غلاموں کو اپنی غلامی میں بھی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ انہیں اس قدر نیچے گرنے سے نہیں روک سکتا کہ بجائے خود ان سے روزی حاصل کرنے کے، اسے خود انہیں روٹی دینی پڑتی ہے۔ سماج اب اس بورژوا طبقے کے تحت نہیں رہ سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اب اس کے وجود کو سماج کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رہی۔

بورژوا طبقے کے وجود اور اقتدار کی لازمی شرط یہ ہے کہ سرمایہ برابر بنتا اور بڑھتا رہے۔ سرمائے کے وجود کے لئے اجرتی محنت

شرط ہے ۔ اجرتی محنت خصوصاً تمام تر مزدوروں کے آپس کے مقابلے پر منحصر ہے ۔ صنعت کی ترقی سے جس کو بورژوا طبقے کے ہاتھوں بلا ارادہ فروغ ہوتا ہے مزدوروں کی ایک دوسرے سے علحدگی دور ہوتی ہے، جو باہمی مقابلے کا نتیجہ تھی اور اس کے بجائے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے ان میں انقلابی ایکا پیدا ہونے لگتا ہے ۔ غرضیکہ جدید صنعت کی ترقی سے وہ بنیاد ہی غارت ہو جاتی ہے جس پر بورژوا طبقہ مال پیدا کرتا اور اس کو تصرف میں لاتا ہے ۔ لہٰذا بورژوا طبقے نے سب سے بڑھ کر، جن کو پیدا کیا وہ اس کی اپنی قبر کھودنے والے ہیں ۔ اس کا زوال اور پرولتاریہ کی فتح لابدی ہے ۔

۲ - پرولتاریہ اور کمیونسٹ

بحیثیت مجموعی پرولتاریوں سے کمیونسٹوں کا کیا تعلق ہے؟

کمیونسٹ، مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں کے خلاف کوئی الگ پارٹی نہیں بناتے ۔

بحیثیت مجموعی پرولتاری طبقے کے مفاد کے سوا اور اس سے جدا ان کا کوئی مفاد نہیں ۔

وہ اپنے جداگانہ فرقہ‌پرور اصول قائم نہیں کرتے، جس سے مزدور تحریک کو کوئی خاص شکل دی جائے اور کسی خاص سانچے میں ڈھالا جائے ۔

کمیونسٹوں کا امتیاز مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں سے صرف یہ ہے کہ (۱) مختلف ملکوں کے مزدوروں کی قومی جدوجہد میں وہ بلا امتیاز قومیت پورے مزدور طبقے کے مشترک مفاد پر زور دیتے اور ان کو نمایاں کرتے ہیں ۔ (۲) بورژوا طبقے کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد اپنی نشوونما کے جن مرحلوں سے گذرتی ہے ان میں وہ ہر جگہ اور ہمیشہ بحیثیت مجموعی پوری تحریک کے مفاد کی ترجمانی کرتے ہیں ۔

چنانچہ ایک طرف جہاں تک عمل کا تعلق ہے، کمیونسٹ ہر ملک کی مزدور پارٹیوں میں سب سے اگوا اور ثابت‌قدم دستہ ہیں، وہ دستہ جو ہمیشہ اوروں کو آگے بڑھاتا چلتا ہے، اور دوسری طرف جہاں تک نظریے کا تعلق ہے، عام مزدوروں پر ان کو فوقیت

یہ ہے کہ وہ مزدور تحریک کا آگے بڑھنے کا راستہ پہچانتے ہیں، اس کے حالات اور آخری عام نتیجوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

کمیونسٹوں کا فوری مقصد وہی ہے جو مزدوروں کی سب ہی دوسری پارٹیوں کا، یعنی یہ کہ مزدوروں کا ایک طبقہ بنے، بورژوا طبقے کا غلبہ ختم کیا جائے اور پرولتاریہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرے۔

کمیونسٹوں کے نظریاتی نتیجے ہرگز کسی ایسے خیالات یا اصولوں پر مبنی نہیں ہیں جنہیں کسی عالم گیر اصلاح کا خواب دیکھنے والے مصلح نے کھوج نکالا ہو یا جو اس کے دماغ کی اپج ہوں۔

وہ تو فقط ان حقیقی تعلقات کو عام الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو موجودہ طبقاتی جدوجہد سے پیدا ہوتے ہیں، ایک ایسی تاریخی تحریک سے، جو ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے۔ ملکیت کے مروجہ تعلقات کو مٹانا کمیونزم کی کوئی امتیازی صفت نہیں ہے۔

گذشتہ زمانے میں تاریخی حالات کے بدلنے پر ملکیت کے سارے تعلقات میں برابر تاریخی ردوبدل ہوتا رہا ہے۔

مثلاً انقلاب فرانس نے بورژوا ملکیت کے حق میں جاگیردار ملکیت کو مٹا دیا۔

کمیونزم کی امتیازی صفت عام طور پر ملکیت کو نہیں بلکہ بورژوا ملکیت کو مٹانا ہے۔

لیکن جدید بورژوا ذاتی ملکیت مال کو پیدا کرنے اور تصرف میں لانے کے اس نظام کا آخری اور سب سے مکمل اظہار ہے جو طبقاتی اختلافات اور چند لوگوں کے ہاتھوں اکثریت کے استحصال پر مبنی ہے۔

ان معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ کمیونسٹوں کا نظریہ، مختصر لفظوں میں، ذاتی ملکیت کو مٹانا ہے۔

ہم کمیونسٹوں پر الزام ہے کہ ہم انسان کی نجی محنت سے انفرادی ملکیت حاصل کرنے کا حق چھین لینا چاہتے ہیں، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ یہی ملکیت تمام شخصی آزادی، سرگرمی اور خودمختاری کی بنیاد ہے۔

گاڑھے پسینے کی کمائی، اپنے دست و بازو سے پیدا کی ہوئی ملکیت! کیا آپ کی مراد چھوٹے دست کار اور چھوٹے کسان کی ملکیت

سے ہے، جو بورژوا ملکیت سے پہلے ملکیت کی صورت تھی؟ اسے مٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صنعت کی ترقی بڑی حد تک اسے مٹا چکی ہے اور آئے دن مٹاتی جاتی ہے۔

یا شاید آپ کی مراد جدید بورژوا ذاتی ملکیت سے ہے؟

لیکن کیا اجرتی محنت نے، مزدور کی محنت نے اس کے لئے کوئی ملکیت پیدا کی ہے؟ بالکل نہیں۔ اس سے صرف سرمایہ پیدا ہوتا ہے، اور یہ وہ ملکیت ہے جو اجرتی محنت کا استحصال کرتی ہے اور جس کے بڑھنے کی واحد شرط یہ ہے کہ مزید استحصال کے لئے برابر اجرتی محنت مہیا ہوتی رہے۔ ملکیت اپنی موجودہ صورت میں سرمایہ اور اجرتی محنت کے تصادم پر مبنی ہے۔ آئیے ہم اس تصادم کے دونوں پہلوؤں پر غور کریں۔

سرمایہ‌دار ہونے کا مطلب پیداوار میں محض ذاتی نہیں بلکہ سماجی حیثیت کا مالک ہونا ہے۔ سرمایہ اجتماعی پیداوار ہے اور بہت سے آدمیوں کی متحدہ کوششوں سے بلکہ آخر تک نگاہ دوڑائیے تو سماج کے تمام ممبروں کی متحدہ کوششوں سے ہی اسے حرکت میں لایا جا سکتا ہے۔

اس لئے سرمایہ کوئی شخصی نہیں بلکہ سماجی طاقت ہے۔

لہذا سرمایہ کو جب مشترکہ ملکیت یعنی سماج کے تمام ممبروں کی ملکیت بنایا جاتا ہے تو اس سے انفرادی ملکیت سماجی ملکیت میں نہیں بدلتی، صرف ملکیت کی سماجی حیثیت بدل جاتی ہے۔ اس کی طبقاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

اب ہم اجرتی محنت پر نظر ڈالیں۔

اجرتی محنت کی اوسط قیمت کم سے کم اجرت ہی ہے اور اس میں نان‌نفقہ کی صرف اتنی ہی مقدار شامل ہے جو مزدور کو مزدور بنا کر کسی طرح زندہ رکھنے کے لئے قطعی ضروری ہے۔ چنانچہ اجرت پر کام کرنے والا مزدور اپنی محنت کے ذریعہ جو کچھ تصرف میں لاتا ہے وہ محض اسے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ محنت کی پیداوار کو ذاتی تصرف میں لانے کا یہ سلسلہ بند کردیں۔ اس تصرف کا مقصد زندگی کو قائم رکھنا ہے۔ اور اس میں فاضل کچھ بچتا ہی نہیں جس کے بل پر دوسروں کی محنت قابو میں لائی جا سکے۔ ہم مٹانا چاہتے ہیں محض اس

تصرف کی ناگفتہبہ حالت کو جس کے تحت مزدور زندہ رہتا ہے فقط سرمایہ کو بڑھانے کے لئے، اور اس کو زندہ اسی وقت تک رہنے دیا جاتا ہے جب تک حکمران طبقے کے مفاد کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

بورژوا سماج میں زندہ محنت محض ایک ذریعہ ہے جمع کی ہوئی محنت کو بڑھانے کا۔ کمیونسٹ سماج میں جمع کی ہوئی محنت ایک ذریعہ ہوگی جس سے مزدور کی زندگی میں نئی وسعتیں پیدا کی جائیں گی، اسے زیادہ پرمسرت بنایا جائے گا اور ترقی دی جائے گی۔

مختصر یہ کہ بورژوا سماج میں حال پر ماضی حاوی ہے۔ کمیونسٹ سماج میں ماضی پر حال حاوی ہوگا۔ بورژوا سماج میں سرمایہ آزاد ہے اور اس کی اپنی انفرادی ہستی ہے۔ یہاں زندہ انسان محکوم ہے، اس کی کوئی ہستی نہیں۔

اور اس صورت حال کا مٹ جانا، بورژوا طبقے کی زبان میں، انفرادیت اور آزادی کا مٹ جانا ہے! اور بات ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا مقصد بورژوا انفرادیت، بورژوا خودمختاری اور بورژوا آزادی کو مٹا دینا ہے۔

پیداوار کی موجودہ بورژوا حالتوں میں آزادی کا مطلب ہے تجارت کی آزادی، بیچنے اور خریدنے کی آزادی۔

لیکن اگر خریدوفروخت نہ رہے تو خریدوفروخت کی آزادی بھی نہیں رہےگی۔ خریدوفروخت کی آزادی کی یہ باتیں اور عموماً آزادی کے بارے میں ہمارے بورژوا طبقے کے یہ تمام ''بڑے بڑے بول،، اگر کوئی معنی رکھتے ہیں تو صرف پابند خریدوفروخت اور عہدوسطی کے مظلوم تاجروں کے مقابلے میں، مگر کمیونزم کے مقابلے میں، جبکہ خرید و فروخت اور تجارت مٹ جائے گا، پیداوار کے بورژوا تعلقات اور خود بورژوا طبقہ مٹ جائےگا، یہ باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

آپ حواس باختہ ہیں کہ ہم ذاتی ملکیت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ لیکن آپ کے موجودہ سماج میں دس میں نو آدمیوں کے لئے ذاتی ملکیت پہلے ہی مٹ چکی ہے۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے لئے جو رہ گئی ہے تو اسی وجہ سے کہ دس میں نو اس سے محروم ہیں۔ آپ کے الزام کا مطلب یہ ہے کہ ہم ملکیت کی وہ صورت مٹا دینا چاہتے

ھیں جس کے قائم رکھنے کی ضروری شرط ھی یہ ھے کہ سماج کی بہت بڑی اکثریت کے پاس کوئی ملکیت نہ ھو۔

مختصر یہ کہ آپ کو شکایت ھے کہ ھم آپ کی ملکیت مٹا دینا چاھتے ھیں۔ بجا ھے۔ ھمارا بالکل یہی ارادہ ھے۔

جس دن سے محنت کو سرمایہ، زر، یا لگان میں نہیں بدلا جا سکے گا، اسے ایسی سماجی قوت کی شکل نہیں دی جا سکے گی، جسے کوئی اپنا اجارہ بنا سکے، یعنی جس دن سے انفرادی ملکیت بورژوا ملکیت میں، سرمایہ میں تبدیل نہیں ھو سکے گی، اس دن سے آپ کا خیال ھے انفرادیت ناپید ھو جائے گی۔

پھر تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ''فرد،، سے آپ کا مطلب ھر شخص نہیں، صرف بورژوا ھے، درمیانی طبقے کا صاحب جائداد شخص۔ اور بلاشبہ اس شخص کو ختم کر دینا چاھئے۔

سماج کی پیداوار کو اپنے تصرف میں لانے کے حق سے کمیونزم کسی انسان کو محروم نہیں کرتی۔ وہ انسان کو صرف اس اختیار سے محروم کرنا چاھتی ھے جس کی بدولت وہ اس تصرف کے ذریعہ دوسروں کی محنت کو اپنا غلام بناتا ھے۔

اعتراض کیا جاتا ھے کہ ذاتی ملکیت کے مٹتے ھی سارے کام کاج بند ھو جائیں گے اور ھر آدمی پر کاھلی سوار ھو جائے گی۔

اس اعتبار سے تو بورژوا سماج کو محض کاھلی کے ھاتھوں آج سے بہت پہلے فنا کے گھاٹ اترجانا چاھئے تھا کیونکہ اس سماج میں جو لوگ کام کرتے ھیں، انہیں کچھ نہیں ملتا اور جنہیں ملتا ھے وہ کام نہیں کرتے۔ یہ اعتراض اسی بات کو دوسرے لفظوں میں دھراتا ھے کہ سرمایہ نہیں رھے گا تو اجرتی محنت بھی نہیں رھے گی۔

مادی پیداوار کے کمیونسٹ طریقۂ پیدائش اور تصرف کے خلاف یہ تمام اعتراضات اسی طرح سے، ذھنی پیداوار کے کمیونسٹ طریقۂ پیدائش اور تصرف کے خلاف پیش کئے گئے ھیں۔ بورژوا کی نظر میں جس طرح طبقاتی ملکیت کا مٹنا سرے سے پیداوار کا مٹ جانا ھے، اسی طرح طبقاتی تہذیب کا مٹ جانا، ان کے خیال میں ساری تہذیب کا مٹ جانا ھے۔

وہ تہذیب جس کے مٹنے پر وہ آنسو بہاتے ھیں، انسان کی بہت بڑی اکثریت کو محض مشین کی طرح حرکت کرنا سکھاتی ھے۔

بورژوا ملکیت کو مٹانے کی ہماری تجویز کو اگر آپ آزادی ، تہذیب، قانون وغیرہ کے بورژوا تصورات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ھیں تو ھم سے بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے خیالات بجائے خود بورژوا پیداوار اور بورژوا ملکیت کے تعلقات کا نتیجہ ھیں، اسی طرح جیسے آپ کا فلسفہ قانون اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کے طبقے کی مرضی کو سب کے لئے قانون بنادیا گیا اور وہ مرضی ایسی ھے جس کی اصلی نوعیت اور میلان آپ کے طبقے کے اقتصادی حالات زندگی سے متعین ھوا ھے۔

یہ خودغرض غلط خیالی جو آپ کو ترغیب دیتی ھے کہ آپ اپنے پیداواری تعلقات اور ملکیت کے رشتوں کو، جو تاریخی ھیں اور پیداوار کی ترقی کے ساتھ بدلتے رھتے ھیں قدرت اور عقل کے ابدی قوانین میں ڈھالیں، یہ ایسی غلط خیالی ھے جس میں آپ بھی پہلے کے تمام حکمران اور فنا ھو جانےوالے طبقوں کی طرح مبتلا ھیں۔ قدیم ملکیت کے سلسلے میں آپ جو کچھ صاف دیکھتے ھیں، جاگیردار ملکیت کے بارے میں آپ جس بات کو مانتے ھیں، وھی باتیں آپ ملکیت کی اپنی بورژوا صورت کے بارے میں ماننے سے معذور ھیں۔

خاندان کا نام و نشان مٹا دیا جائے! بڑے سے بڑے انتہاپسند بھی کمیونسٹوں کی اس شرمناک تجویز پر آگ بگولہ ھو جاتے ھیں۔

موجودہ زمانے کا خاندان، بورژوا خاندان آخر کس بنیاد پر قائم ھے؟ سرمایہ پر، ذاتی منافع پر۔ اپنی مکمل ترین صورت میں یہ خاندان صرف بورژوا طبقے میں پایا جاتا ھے۔ لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ھے کہ ایک طرف مزدور بےخاندان رھنے پر مجبور ھیں اور سربازار عصمت‌فروشی ھوتی ھے۔

بورژوا خاندان کا یہ پہلو جب نہیں رھےگا تو وہ خاندان آپ ھی آپ مٹ جائےگا اور سرمایہ کے مٹتے ھی دونوں مٹ جائیں گے۔

کیا آپ کا الزام ھے کہ ھم ماں باپ کو اپنے بچوں کے استحصال سے روکنا چاھتے ھیں؟ ھم اپنا یہ جرم مانتے ھیں۔

لیکن آپ کہیں‌گے کہ ھم سب سے قابل احترام رشتوں کو برباد کرنے کے درپے ھیں، کیونکہ ھم گھریلو تعلیم کی جگہ سماجی تعلیم جاری کرنا چاھتے ھیں۔

اور آپ کی تعلیم؟ کیا وہ بھی سماجی نہیں؟ کیا وہ بھی ان سماجی حالات سے متعین نہیں ہوتی جن میں آپ وہ تعلیم دیتے ہیں؟ کیا اس میں بھی اسکول وغیرہ کے ذریعہ سماج کی براہ‌راست یا بالواسطہ دست‌اندازی نہیں ہوتی؟ تعلیم میں سماج کی مداخلت کمیونسٹوں نے ایجاد نہیں کی۔ وہ صرف اس مداخلت کی نوعیت کو بدلنا اور تعلیم کو حکمران طبقے کے اثر سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

خاندان اور تعلیم کے بارے میں، ماں باپ اور بچوں کے مقدس رشتے کے بارے میں بورژوا شوروغوغا اسی قدر نفرت‌انگیز ہوتا جاتا ہے جس قدر جدید صنعت کے اثر سے مزدوروں میں تمام خاندانی بندھن ٹوٹتے جاتے ہیں اور ان کے بچے تجارت کی جنس اور محنت کا اوزار بنتے جاتے ہیں۔

لیکن پورا بورژوا طبقہ ایک آواز سے چیخ اٹھتا ہے کہ تم کمیونسٹ تو عورتوں کو بھی ساجھے کی ملکیت بنا دوگے۔

بورژوا کی نظر میں اس کی بیوی کی حیثیت بھی پیداوار کے ایک آلے سے زیادہ نہیں۔ پھر جب وہ سنتا ہے کہ آلات پیداوار کا استحصال ساجھے میں کیا جائے گا تو قدرتاً اس کے سوا کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ عورتوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اصل مقصد عورتوں کی اس حیثیت کا خاتمہ کرنا ہے جس میں وہ صرف پیداوار کا آلہ بن کر رہ گئی ہیں۔

پھر اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے بورژوا پاک دامنی کے جوش میں عورتوں کی ساجھے داری پر ناک بھوں چڑھائیں اور ظاہر یہ کریں کہ کمیونسٹ کھلے بندوں اور قانوناً اس کو رائج کریں گے۔ کمیونسٹوں کو کیا پڑی ہے کہ عورتوں کی ساجھے داری کو رائج کریں، اس کا رواج تو بہت پرانے زمانے سے چلا آتا ہے۔

زنان بازاری کا تو کہنا ہی کیا، جب اپنے مزدوروں کی بہو بیٹیوں سے بھی جی نہیں بھرتا تو ہمارے بورژوا ایک دوسرے کی بیویوں سے ناجائز تعلق قائم کرکے انتہائی مسرت حاصل کرتے ہیں۔

بورژوا شادی دراصل ساجھے میں بیویاں رکھنے کا دستور ہے اور اس لئے کمیونسٹوں پر بفرض محال بڑے سے بڑا الزام کوئی ہو

سکتا ہے تو یہی کہ وہ اس منافقت بھری اور پوشیدہ ساجھے داری کے بدلے عورتوں کی علانیہ قانونی ساجھے داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اصل حقیقت ظاہر ہے کہ جب موجودہ تعلقات پیداوار مٹینگے تو اس کے ساتھ عورتوں کو ساجھے میں رکھنے کا دستور یعنی بازاری یا خانگی عصمت فروشی بھی، جو ان تعلقات کا نتیجہ ہے، مٹ جائے گی۔

پھر کمیونسٹوں پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ وطن اور قومیت کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

مزدوروں کا کوئی وطن نہیں۔ اور جو ان کے پاس ہے نہیں اسے ان سے کون چھین سکتا ہے؟ مزدور طبقے کو چونکہ سب سے پہلے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے، ترقی کرکے قوم کا اگوا طبقہ بننا ہے، بلکہ خود قوم بننا ہے اس‌لئے اس حد تک وہ خود قومی ہے۔ مگر اس لفظ کا وہ مفہوم نہیں جو بورژوا سمجھتے ہیں۔

بورژوا طبقے کی نشوونما، تجارت کی آزادی، عالم گیر منڈی، طریقۂ پیداوار اور اس سے متعلقہ حالات زندگی دونوں کی یکسانیت روز بروز قومی امتیاز اور اختلافات کو مٹاتی جاتی ہے۔

پرولتاریہ کا اقتدار قائم ہونے پر وہ اور تیزی سے مٹنے لگیں گے۔ پرولتاریہ کی آزادی کی پہلی شرط یہ ہے کہ کم از کم تمام ترقی‌یافتہ مہذب ملک ساتھ مل کر قدم اٹھائیں۔

ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کا استحصال اسی نسبت سے ختم ہوگا جس نسبت سے ایک فرد کے ہاتھوں دوسرے فرد کا استحصال۔

جتنی تیزی سے قوم کے اندر طبقوں کا اختلاف دور ہوگا اتنی ہی تیزی سے ایک قوم سے دوسری قوم کی دشمنی دور ہوگی۔

کمیونزم پر مذہبی، فلسفیانہ اور عموماً نظریاتی نقطۂ نظر سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں، وہ اس قابل نہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

کیا یہ سمجھنے کے لئے غیرمعمولی بصیرت کی ضرورت ہے کہ آدمی کی مادی زندگی کی حالتوں، اس کے سماجی رشتوں اور اس کی سماجی زندگی میں جب کبھی تبدیلی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ آدمی کے خیالات، تصورات اور نظریے، مختصر یہ کہ آدمی کا شعور بدل جاتا ہے؟

خیالات کی تاریخ نے اس کے سوا اور ثابت ھی کیا کیا ہے کہ جس نسبت سے مادی پیداوار میں تبدیلی ہوتی ہے اسی نسبت سے ذہنی پیداوار کی نوعیت بدلتی ہے؟ ہر عہد میں فرمان روائی انہیں خیالات کی رہی جو فرماں روا طبقے کے خیالات تھے۔

لوگ جب ایسے خیالات کا ذکر کرتے ھیں جن سے سماج میں انقلاب آتا ہے تو وہ صرف اس حقیقت کا اظہار کرتے ھیں کہ پرانے سماج کے اندر ایک نئے سماج کے عناصر پیدا کئے گئے ھیں اور پرانے حالات زندگی کے ساتھ ہر ہر قدم پر پرانے خیالات بھی مٹتے جاتے ھیں۔

قدیم دنیا جب آخری ھچکیاں لے رہی تھی اس وقت قدیم مذھبوں پر عیسائیت نے غلبہ پا لیا۔ اور اٹھارھویں صدی میں جب عقلی خیالات کے سامنے عیسائی خیالات نے ہتھیار رکھ دئے، اس وقت جاگیردار سماج اپنے زمانے کے انقلابی بورژوا طبقے سے زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔ مذھبی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے یہ خیالات صرف یہ ظاہر کر رہے تھے کہ علم کی دنیا میں آزاد مقابلے کا راج قائم ہو چکا ہے۔

کہا جائے گا کہ ''بلاشبہ تاریخی نشوونما کے دوران میں مذھبی، اخلاقی، فلسفیانہ، سیاسی اور قانونی خیالات میں ترمیم ہوتی رہی ہے۔ لیکن مذھب، اخلاق، فلسفہ، علم‌سیاست اور قانون ان تبدیلیوں کے باوجود ھمیشہ قائم رہے۔

''پھر ان کے علاوہ کچھ ابدی صداقتیں بھی ھیں جیسے آزادی، انصاف وغیرہ اور یہ سماج کی تمام منزلوں میں مشترک ھیں۔ لیکن کمیونزم تمام ابدی صداقتوں کی منکر ہے۔ وہ سرے سے مذھب اور اخلاق کو مٹا دیتی ہے، یہ نہیں کہ انہیں کسی نئی بنیاد پر مرتب کرتی ہو۔ اور اس لئے کمیونزم تمام پچھلے تاریخی تجربے کے خلاف قدم اٹھا رہی ہے''۔

اس الزام کے معنی کیا ھیں؟ تمام پچھلے سماج کی تاریخ، طبقاتی اختلافات کی نشوونما کی تاریخ ہے۔ ان اختلافات نے مختلف زمانوں میں مختلف صورتیں اختیار کیں۔

لیکن ان کی صورت کچھ بھی رہی ہو، ایک خصوصیت تمام پچھلی صدیوں میں مشترک رہی اور وہ ہے سماج کے ایک حصے کے ہاتھوں دوسرے کا استحصال۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں

کہ پچھلی صدیوں کا سماجی شعور اپنی رنگا رنگی اور گوناگونی کے باوجود بعض مشترک صورتوں، شعور کی صورتوں میں ارتقا کرتا رہا ہے اور یہ اس وقت تک پوری طرح نہیں مٹ سکتیں جب تک کہ خود طبقاتی اختلافات بالکل دور نہ ہو جائیں۔

کمیونسٹ انقلاب ملکیت کے روائتی تعلقات پر سب سے کاری ضرب ہے۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ اس کی نشوونما کی لپیٹ میں آکر روائتی خیالات کی جڑیں بھی کٹ جاتی ہیں۔

لیکن اب کمیونزم کے خلاف بورژوا اعتراضوں کا قصہ ختم کیا جائے۔

ہم دیکھ آئے ہیں کہ انقلاب میں مزدور طبقے کا پہلا قدم پرولتاریہ کو حکمران طبقے کی جگہ پر پہنچانا ہے، جمہوریت کی لڑائی جیتنا ہے۔

پرولتاریہ اپنے سیاسی اقتدار سے کام لے کر، رفتہ رفتہ پورا سرمایہ بورژوا طبقے سے چھین لے گا، پیداوار کے تمام آلات کو ریاست یعنی حکمران طبقے کی صورت میں منظم پرولتاریہ کے ہاتھوں میں مرکوز کر دے گا اور پھر جتنی تیزی سے ہو سکے تمام پیداواری قوتوں کو ترقی دے گا۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں اس کو عمل میں لانے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ ملکیت کے حقوق اور بورژوا پیداوار کے تعلقات پر جارحانہ حملہ کیا جائے، لہذا ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جو اقتصادی اعتبار سے ناکافی اور ناکارہ معلوم ہوں گی، لیکن جو تحریک کے دوران میں اپنی حدود سے آگے قدم بڑھائیں گی، جن سے پرانے سماجی نظام پر مزید حملوں کی ضرورت پیدا ہوگی اور جو طریقۂ پیداوار کی بالکل کایاپلٹ دینے کے لئے بے حد ضروری ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مختلف ملکوں میں یہ تدبیریں بھی مختلف ہوں گی۔

بہر کیف، سب سے ترقی‌یافتہ ملکوں میں، مندرجہ‌ذیل تدبیریں بڑی حد تک قابل عمل ثابت ہوں گی:

۱) زمین کے حق ملکیت کو مٹانا اور پورے لگان کو رفاہ عامہ پر خرچ کرنا۔

۲) زیادہ آمدنی کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ٹیکس لگانا۔
۳) وراثت کے حقوق کو منسوخ کرنا۔
۴) وطن سے فرار ہونے والوں اور باغیوں کی جایداد ضبط کرنا۔
۵) لین دین کا سارا کاروبار ایک قومی بنک کے ذریعہ، جس میں ریاست کا سرمایہ اور صرف اسی کا اجارہ ہو، ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کرنا۔
۶) نقل و حرکت اور خبر رسانی کے تمام وسیلوں پر ریاست کا مرکزی قبضہ ہونا۔
۷) ریاست کے کارخانوں اور آلات‌پیداوار کو توسیع دینا۔ ایک مشترکہ منصوبے کے مطابق بنجر زمین کو کاشت میں لانا، اور بالعموم زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرنا۔
۸) سب پر کام کرنے کی یکساں ذمہ‌داری ہونا۔ صنعتی فوجیں بنانا، خاص کر زراعت کے لئے۔
۹) زراعت اور صنعت کو ملانا اور ملک میں آبادی کی تقسیم ایسے مساوی انداز میں کرنا کہ رفتہ رفتہ شہر اور دیہات کا فرق جاتا رہے۔
۱۰) عام اسکولوں کے ذریعہ تمام بچوں کو مفت تعلیم دینا۔ کارخانوں میں بچوں سے موجودہ شکل میں کام لینے کا رواج بند کرنا۔ تعلیم کو صنعتی پیداوار کے ساتھ ملانا وغیرہ وغیرہ۔

نشوونما کے دوران میں جب طبقاتی امتیازات مٹ جائیں گے اور تمام پیداوار پوری قوم کی ایک وسیع سماجی انجمن کے ہاتھوں میں جمع ہو جائے گی، اس وقت اقتدارعامہ کی سیاسی حیثیت جاتی رہے گی۔ سیاسی اقتدار اصل میں ایک طبقے کا منظم تشدد ہے دوسرے پر ظلم کرنے کے لئے۔ پرولتاریہ اگر بورژوا طبقے سے جدوجہد کے دوران حالات سے اس پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک طبقے کی صورت میں اپنی تنظیم کرے، اگر انقلاب کی بدولت وہ حکمران طبقہ بنتا ہے اور اس طرح پیداوار کے پرانے تعلقات کو زبردستی ختم کر دیتا ہے تو ان کے ساتھ وہ ان حالتوں کو بھی ختم کر دیتا ہے جن پر طبقاتی اختلافات اور خود طبقات کا وجود منحصر ہے۔ اور اس طرح ایک طبقے کی حیثیت سے خود اپنے اقتدار کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

پرانے بورژوا سماج اور اس کے طبقوں اور طبقاتی اختلافوں کے بدلے ایک ایسی انجمن قائم ہوگی جس میں ہر شخص کی آزاد ترقی سبھوں کی آزاد ترقی کی شرط ہوگی۔

۳ - سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب۔

۱ - رجعتی سوشلزم

(۱) جاگیرداری سوشلزم

فرانس اور انگلینڈ کے اشرافیہ کی تاریخی حیثیت کچھ ایسی تھی کہ جدید بورژوا سماج کے خلاف مختصر پمفلٹ لکھنا اس کا مشغلہ بن گیا۔ جولائی ۱۸۳۰ء کے انقلاب فرانس میں اور انگریزی تحریک اصلاح میں اس اشرافیہ کو ایک بار پھر اس ذلیل نودولتئے کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑا۔ اس دن سے کسی اہم سیاسی جدوجہد کا سوال ہی باقی نہیں رہا۔ اب صرف قلم کی لڑائی ممکن تھی۔ لیکن ادب کے میدان میں بھی شاہی رجعت پرستی* کے زمانے کے نعرے بلند کرنا اب محال ہو گیا تھا۔ ہمدردی پیدا کرنے کی غرض سے اشرافیہ کو مجبور ہونا پڑا کہ بظاہر خود اپنے مفاد کو بھی نظرانداز کر دیں اور بورژوا طبقے کے خلاف فرد جرم مرتب کرنے میں صرف استحصال کئے جانے والے مزدور طبقے کے مفاد کو سامنے رکھیں۔ غرضیکہ اشرافیہ نے اپنے نئے آقاؤں سے انتقام کی صورت یہ نکالی کہ ان کی شان میں ہجویہ نظمیں لکھیں اور آنے والی تباہی کی ناسبارک فال ان کے کان تک پہنچاتا رہا۔

---

*انگلینڈ کی ۱۶۶۰ء سے ۱۶۸۹ء تک کی شاہی رجعت نہیں بلکہ ۱۸۱۴ء سے ۱۸۳۰ء تک کی فرانس کی شاہی رجعت۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اس طرح جاگیردار سوشلزم کا ظہور ہوا: کچھ رونا دھونا، کچھ ھجوگوئی، کچھ ماضی کی گونج اور کچھ مستقبل کا ڈر۔ کبھی کبھی اپنی تلخ ظریفانہ اور چبھتی ہوئی تنقید سے وہ بورژوا طبقے کے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ھے، لیکن جدید تاریخ کے تقاضوں کو سمجھنے سے وہ بالکل معذور ھے اور اس لئے اس کا اثر ہمیشہ مضحکہ خیز ہوتا ھے۔

اشرافیہ نے لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کے لئے مزدوروں کے نام پر خیرات کی جھولی اٹھائی اور اسے اپنا پرچم بنا لیا۔ مگر جب کبھی لوگ اس کے حلقے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ گھر کے اندر وھی پرانے جاگیردار منصب کا نشان ابھی تک محفوظ ھے چنانچہ زور کے حقارت آمیز قہقہے لگاتے ہوئے وہ اس سے الگ ہو گئے۔

فرانسیسی ''وراثت پسندوں،،* اور ''نوجوان انگلینڈ،،** کے ایک حصے نے یہی نظارہ پیش کیا۔

اگر جاگیریت‌پسند کہتے ھیں کہ ان کا استحصال کا طریقہ بورژوا طبقے سے مختلف تھا، تو وہ بھول جاتے ھیں کہ جس ماحول اور جن حالتوں میں وہ استحصال کرتے تھے وہ بالکل مختلف تھیں اور اب گئے گذرے زمانے کی باتیں ہو گئیں۔ اگر وہ کہتے ھیں کہ ان کے زمانے میں جدید پرولتاریہ کا کہیں وجود نہیں تھا تو وہ بھول جاتے ھیں کہ جدید بورژوا طبقہ ان کے سماجی نظام کی ھی پیداوار ھے۔

اور باقی تو وہ اپنی تنقید کی رجعتی نوعیت کو چھپانے کی بہت کم کوشش کرتے ھیں۔ بورژوا طبقے کے خلاف ان کا سب سے بڑا

---

*''وراثت پسند،، — اشراف زمینداروں کی پارٹی جو چاہتے تھے کہ فرانس میں دوبارہ بوربون خاندان کی بادشاھت قائم ہو۔ (ایڈیٹر)

**''نوجوان انگلینڈ،، — انگریز قدامت پسندوں کا گروہ ۱۸۴۲ء کے لگ بھگ قائم ہوا تھا۔ اس میں امرا اور سیاست‌داں اور ادیب تھے۔ ان میں ڈزرائیلی، ٹامس کارلائل وغیرہ کے نام مشہور تھے۔ (ایڈیٹر)

الزام یہ ہے کہ بورژوا نظام میں ایک ایسے طبقے کی پرورش ہو رہی ہے جو سماج کے پرانے نظام کو بالکل جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے والا ہے۔

وہ بورژوا طبقے پر اس بات کے لئے زیادہ ملامت کرتے ہیں کہ وہ انقلابی پرولتاریہ پیدا کرتا ہے بمقابلہ اس بات کے کہ وہ عام طور پر پرولتاریہ پیدا کرتا ہے۔

اس لئے عملی سیاست میں وہ مزدور طبقے کے خلاف تشدد کی سبھی کارروائیوں میں پورا حصہ لیتے ہیں، اور روزمرہ کی زندگی میں اپنی ساری ڈینگ کے باوجود، صنعت کے درخت سے جو سنہرے پھل ٹپکتے ہیں، ان کو اٹھانے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور اون، چقندر کی کھانڈ اور آلو کی شراب کی تجارت میں صداقت، محبت اور غیرت سبھی کا سودا کر آتے ہیں*۔

مسیحی سوشلزم اور جاگیرداری سوشلزم میں اسی طرح چولی دامن کا ساتھ ہے جس طرح پادری اور زمین دار میں۔

عیسائیوں کی رہبانیت کو سوشلزم کا جامہ پہنانے سے زیادہ آسان اور کوئی کام نہیں۔ کیا عیسائیت نے بھی ذاتی ملکیت، ازدواج اور ریاست کے خلاف فتوے نہیں صادر کئے؟ کیا اس نے بھی ان کی جگہ پر نیک کام اور فقر، تجرد اور نفس کشی، رہبانی زندگی اور کلیسائیت کی تلقین نہیں کی؟ مسیحی سوشلزم وہ گنگا جل ہے جس کے چھینٹوں سے پادری اشرافیہ کے دل کی جلن کو سکون پہنچاتا ہے۔

---

*یہ بات خاص طور پر جرمنی پر پوری اترتی ہے، جہاں کے زمین‌دار امرا اور بڑے بڑے آراضی دار اپنی زمینوں کے زیادہ حصے پر اپنے لئے گماشتوں کے ذریعہ کھیتی کراتے ہیں اور ساتھ ہی وہ شکر اور شراب کے بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں۔ انگریز اشرافیہ جو ان سے زیادہ دولت مند ہے، ابھی تک ان باتوں سے بالاتر ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے گھٹتے ہوئے لگان کو پورا کرنے کا طریقہ خوب جانتے ہیں اور مشکوک قسم کی جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں کھولنے والوں کو اپنا نام ادھار دیتے ہیں۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

(ب) پیٹی بورژوا سوشلزم

جاگیردار اشرافیہ ہی ایک ایسا طبقہ نہیں جسے بورژوا طبقے نے ابتر بنایا ہو، جس کا نظام زندگی جدید بورژوا سماج کی فضا میں جھلس کر برباد ہو چکا ہو۔ عہد وسطی کے شہری بیوپاری اور چھوٹے آراضی‌دار کسان جدید بورژوا طبقے کے پیش‌رو تھے۔ جن ملکوں میں صنعت اور تجارت نے زیادہ ترقی نہیں کی، وہاں آج بھی یہ دونوں طبقے نوخیز بورژوا طبقے کے پہلو بہ پہلو برے بھلے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

جن ملکوں میں جدید تہذیب پورے شباب پر پہنچ گئی ہے، وہاں پیٹی بورژوا کا ایک نیا طبقہ بن گیا ہے جو پرولتاریہ اور بورژوا کے بیچ میں ڈانواڈول رہتا ہے اور بورژوا سماج کے ایک ضمنی حصے کی حیثیت سے برابر اپنی تجدید کرتا رہتا ہے۔ لیکن مقابلہ، اس طبقے کے افراد کو ایک ایک کرکے مزدور طبقے کے اندر ڈھکیلتا رہتا ہے اور جوں جوں جدید صنعت ترقی کرتی ہے وہ خود اس لمحے کو قریب آتے دیکھتے ہیں جب جدید سماج میں ان کی آزاد حیثیت ختم ہو جائےگی اور صنعت، زراعت اور تجارت میں نگران کار، کارندے اور اجرتی ملازم ان کی جگہ لیں‌گے۔

جن ملکوں میں فرانس کی طرح آبادی میں آدھے سے زیادہ کسان ہیں، وہاں یہ قدرتی بات تھی کہ بورژوا طبقے کے خلاف پرولتاریہ کا ساتھ دینےوالے مصنف، بورژوا نظام پر رائےزنی کرنے میں کسان یا پیٹی بورژوا طبقے کی کسوٹی سے کام لیتے اور ان ہی درمیانی طبقوں کے نقطۂ نظر سے مزدور طبقے کی پشت پناہی کرتے۔ چنانچہ اس طرح پیٹی بورژوا سوشلزم پیدا ہوئی۔ سسماندی صرف فرانس میں ہی نہیں بلکہ انگلینڈ میں بھی اس مسلک کے لوگوں کا پیشوا تھا۔

سوشلزم کے اس مکتب نے جدید پیداواری تعلقات میں تضاد کی چھان بین کرنے میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس نے ماہرین اقتصادیات کی منافقانہ بہانہ‌سازیوں کا پردہ فاش کیا۔ اس نے ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت کیا کہ مشین‌سازی اور تقسیم‌محنت، چند ہاتھوں میں سرمایہ اور زمین کا اجتماع، فاضل پیداوار اور بحران کیسے کیسے تباہ کن اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اس نے پیٹی بورژوا اور کسانوں

کی ناگزیر تباہی، مزدور طبقے کی غریبی، پیداوار کی بدنظمی، تقسیم‌دولت کی شدید نابرابری، قوموں کی آپس میں ایک دوسرے کو مٹا دینے والی صنعتی جنگ، پرانے اخلاقی بندھنوں، پرانے خاندانی رشتوں اور پرانی قوموں کی بربادی کا نقشہ کھینچا۔

لیکن اپنے اثباتی مقاصد میں اس قسم کی سوشلزم یا تو پیداوار اور تبادلے کے پرانے وسیلوں کو اور ان کے ساتھ ملکیت کے پرانے رشتوں اور پرانے سماج کو بحال کرنے کی خواہاں ہے یا پھر پیداوار اور تبادلے کے جدید وسیلوں کو ملکیت کے پرانے رشتوں کی حدبندی کے اندر بند رکھنا چاہتی ہے، حالانکہ انہی وسیلوں کے دباؤ سے وہ رشتے دھماکے کے ساتھ ٹوٹے تھے، اور یہ ناگزیر تھا۔ دونوں صورتوں میں یہ سوشلزم رجعت پرست اور یوٹوپیائی ہے۔

صنعت میں اہل حرفہ کی منظم انجمنیں اور زراعت میں سرقبیلی رشتے، یہی اس سوشلزم کا حرف آخر ہے۔

لیکن بالآخر جب تاریخ کی اٹل حقیقتوں نے خود فریبی کے تمام نشہ‌آور اثرات کو دور کر دیا تو اس قسم کی اشتراکیت نے انتہائی یاس کے عالم میں سرپیٹ لیا، اور یہی اس کا انجام تھا۔

(ج) جرمن یا ’’سچی،، سوشلزم

فرانس کا سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب، ایسا ادب تھا جو ذی‌اقتدار بورژوا طبقے کے جبر اور دباؤ کے تحت پیدا ہوا اور جو ان کے اقتدار کے خلاف جدوجہد کا آئینہ‌دار تھا۔ یہ ادب جرمنی اس وقت پہنچا، جب اس ملک کا بورژوا طبقہ جاگیردارانہ مطلق العنانی کے خلاف ابھی میدان میں اترا ہی تھا۔

جرمنی کے فلسفی، نیم‌فلسفی اور انشاپرداز بڑے اشتیاق سے اس ادب پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں اتنی سی بات یاد نہیں رہی کہ یہ تحریریں جب فرانس سے جرمنی آئیں تو ان کے ساتھ فرانس کے سماجی حالات نہیں آئے تھے۔ جرمنی کے سماجی حالات میں آتے ہی یہ فرانسیسی ادب اپنی فوری عملی اہمیت کھو بیٹھا اور اس نے خالص ادبی صورت اختیار کرلی۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی کے جرمن فلسفیوں

کی نظر میں پہلے انقلاب فرانس کے مطالبے عام طور پر ''عملی منطق،، کے تقاضوں کے سوا اور کچھ نہ تھے اور ان کے خیال میں فرانس کی انقلابی بورژوازی کی مرضی کا اظہار دراصل خالص مرضی، یا مرضی کی اصلی صورت یعنی سچی انسانی مرضی کے قوانین کی اہمیت رکھتا تھا۔

جرمنی کے اربابِ‌علم کا کام محض یہ تھا کہ نئے فرانسیسی خیالات اور اپنے پرانے فلسفیانہ ضمیر میں ہم‌آہنگی پیدا کریں، دوسرے لفظوں میں اپنے فلسفیانہ نقطۂ نظر سے فرانسیسی خیالات کو اپنا لیں۔

ان خیالات کو انہوں نے اسی طرح اپنایا جیسے کسی بدیسی زبان کے ادب کو اپنایا جاتا ہے یعنی ترجمے کے ذریعہ۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ قدیم زمانے کے کلاسیکی قلمی نسخوں کے مسودوں کے اوپر راہبوں نے کیتھولک اولیاؤں کے لغوسوانح حیات لکھے تھے۔ جرمنی کے ارباب علم نے فرانس کے غیرمقدس ادب کے سلسلے میں اس طریقے کو الٹ دیا۔ فرانسیسی خیالات کو انہوں نے اپنے فلسفیانہ لغویات لکھنے کے لئے استعمال کیا۔ زر کے تعلقات کے بارے میں فرانسیسی تنقید کے نیچے انہوں نے ''انسانیت کی برگشتگی،، لکھا اور بورژوا ریاست کی فرانسیسی تنقید کے نیچے ''مجردکل کے تسلط کا خاتمہ،، وغیرہ۔

غرضیکہ انہوں نے فرانس والوں کی تاریخی تنقیدوں کے ساتھ اپنے فلسفیانہ فقروں کا دم چھلا لگا دیا اور اس کا نام رکھ دیا: ''فلسفۂعمل،، ، ''سچی سوشلزم،، ، ''سوشلزم کی جرمن سائنس،، ، ''سوشلزم کی فلسفیانہ بنیاد،، وغیرہ۔

غرضیکہ فرانسیسی سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب بالکل بے جان بنا دیا گیا۔ اور چونکہ جرمنوں کے ہاتھ میں وہ ایک طبقے کے خلاف دوسرے کی جدوجہد کا آئینہ‌دار بھی نہیں رہا، اس لئے اس کو یہ احساس ہو گیا کہ اس نے ''فرانسیسی یک طرفہ‌پن،، دور کر دیا ہے اور وہ حقیقی تقاضوں کی نہیں بلکہ حق کے تقاضوں کی، مزدور طبقے کے مفاد کی نہیں بلکہ انسانی فطرت کے مفاد کی، یعنی عام انسان کی نمائندگی کرتا ہے، جو کسی طبقے کا نہیں ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جس کا وجود صرف فلسفیانہ اوہام کے دھندلکے میں ہے۔

اس اثنا میں یہ جرمن سوشلزم جس نے اپنے طفلانہ کاموں کو اتنا اہم اور سنجیدہ سمجھ رکھاتھا اور بازاری دوا فروش کی طرح اپنے دو کوڑی کے مال کا ڈھنڈورا پیٹا تھا، رفتہ رفتہ اپنی کتابی معصومیت کھوبیٹھی۔

جاگیردار اشرافیہ اور مطلق العنان بادشاہت کے خلاف جرمنی اور خصوصاً پروشیا کے بورژوا طبقے کی لڑائی یا دوسرے لفظوں میں لبرل تحریک زیادہ سنگین ہو گئی۔

اس سے ''سچی سوشلزم،، کی دیرینہ آرزو برآئی، اسے موقع ملا کہ سیاسی تحریک کے سامنے سوشلسٹ مطالبے پیش کرے، اعتدال پسندی، نمائندہ حکومت، بورژوا مقابلہ، پریس کی بورژوا آزادی، بورژوا قانون سازی اور بورژوا آزادی اور برابری کے خلاف اپنی پرانی لعنتوں کی بوچھار شروع کرے، اور عوام الناس کو بتلائے کہ اس بورژوا تحریک میں ان کا کوئی فائدہ نہیں، سراسر نقصان ھی نقصان ہے۔ جرمن سوشلزم عین وقت پر بھول گئی کہ وہ خود جس فرانسیسی تنقید کی ایک بےمعنی نقل تھی، اس کے پیش نظر جدید بورژوا سماج اسی سے مطابقت رکھنے والے مادی حالات زندگی اور سیاسی ڈھانچے سمیت تھا اور یہی وہ چیزیں تھیں جن کا حاصل کرنا جرمنی کی آنےوالی جدوجہد کا مقصد تھا۔

جرمن مطلق العنان حکومتوں کے لئے، جن کے ساتھ پادریوں، پروفسروں، دیہاتی زمینداروں اور افسروں کا ایک لاؤلشکر موجود تھا، یہ (سوشلزم) ایک پسندیدہ چیز تھی جس کی ہیبت سے خطرناک بڑھتی ہوئی بورژوازی کو ڈرایا جا سکتا تھا۔

یہ ان کڑوے تازیانوں اور گولیوں پر چڑھی ہوئی شکر تھی جن کے ذریعہ حکومت جرمن مزدوروں کی بغاوتوں کو دبا رہی تھی۔

ایک طرف تو یہ ''سچی،، سوشلزم جرمن بورژوا طبقے کے خلاف لڑنے کے لئے حکومتوں کے ہاتھوں میں ہتھیار کا کام دیتی تھی اور دوسری طرف براہ‌راست ایک رجعتی مفاد یعنی جرمنی کے پیٹی بورژوازی کے مفاد کی علم بردار تھی۔ جرمنی کا یہ پیٹی بورژوا طبقہ سولھویں صدی کی نشانی ھے اور اس وقت سے برابر مختلف صورتوں میں نمودار ہوتا رہا ھے اور یہی موجودہ صورت حال کی اصلی سماجی بنیاد ہے۔ اس طبقے کو قائم رکھنے کا مطلب جرمنی میں موجودہ صورت‌حال

کو قائم رکھنا ہے۔ بورژوازی کی صنعتی اور سیاسی برتری سے ڈرتے ہوئے وہ اپنی قطعی تباہی کا انتظار کرتا ہے، ایک طرف، سرمائے کے مرکوز ہونے کی وجہ سے اور دوسری طرف، انقلابی پرولتاریہ کی نشوونما کی وجہ سے۔ پیٹی بورژوازی کو معلوم ہوتا تھا کہ ''سچی،، سوشلزم ایک تیر سے دونوں کا شکار کرتی ہے۔ اور اس لئے ''سچی،، سوشلزم ایک وبا کی طرح پھیل گئی۔

جرمن سوشلسٹوں نے اپنی بےمایہ ''ابدی صداقتوں،، کے لاغر پنجر کو ایک روحانی لباس پہنا دیا، جسے منطقی استدلال کے تانے بانے سے بنایا گیا تھا، جس پر فصاحت کے بیل بوٹے کاڑھے ہوئے تھے اور جو میٹھے جذبات کی آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔ یہ لبادہ اس طبقے میں ان کے مال کی کھپت بڑھانے میں بہت کارآمد ثابت ہوا۔

اور اپنی جانب سے جرمن سوشلزم روز بروز یہ تسلیم کرتی گئی کہ لمبی چوڑی باتیں کر کے پیٹی بورژوا طبقے کی وکالت کرنا ہی اس کا اصلی کام ہے۔

اس نے دعوی کیا کہ جرمن قوم ہی ایک مثالی قوم ہے اور جرمنی کا پیٹی بورژوا انسانیت کا اعلی نمونہ۔ اس مثالی انسان کی ہر کمینہ حرکت اور سفلہ‌پن کی اس نے ایک مخفی، اعلی اور سوشلسٹ تعبیر پیش کی جو اس کی اصلی خصلت کے بالکل برعکس تھی۔ انتہا یہ کہ اس نے کمیونزم کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی کہ اس میں ''وحشیانہ تباہ کاری،، کا رجحان پایا جاتا ہے، اور اپنی غیرجانب‌داری کے نام سے تمام طبقاتی جدوجہد پر انتہائی حقارت کا اظہار کیا۔ آج کل جرمنی میں سوشلزم اور کمیونزم کے نام سے جن کتابوں کا چلن ہے، ان میں چند ایک کو چھوڑ کر، سب اسی گندے اور نکما بنا دینے والے ادب سے تعلق رکھتی ہیں*۔

---

*۱۸۴۸ء کے انقلابی طوفان نے اس پورے بھونڈے رجحان کو مٹا دیا اور اس کے علم‌برداروں کے دل سے سوشلزم میں الجھنے کا شوق دور کر دیا۔ اس رجحان کا اصلی اور مخصوص نمائندہ ہیر کارل گرون ہے۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

۲ - قدامت‌پسند یا بورژوا سوشلزم

بورژوا طبقے کا ایک حصہ سماج کی خرابیوں کو دور کر دینا چاہتا ھے تاکہ بورژوا سماج کی زندگی کو قائم رکھا جا سکے۔

اس گروہ میں ماہرین معاشیات، انسانیت دوست، غریبوں کے ہمدرد، مزدور طبقے کی حالت سدھارنے والے، کارخیر کے ناظم، جانوروں پر بے رحمی کی مخالفت کرنے والی انجمنوں کے اراکین، شراب نوشی کے کٹر مخالف اور چھوٹے چھوٹے مصلح شامل ھیں۔ طرہ یہ کہ اس قسم کی سوشلزم کے مکمل نظام بھی تیار کر لئے گئے ھیں۔

اس نوع کی سوشلزم کی ایک مثال ھمیں پرودھوں کی کتاب ''افلاس کا فلسفہ،، میں ملتی ھے۔

بورژوا سوشلسٹ جدید سماجی حالات کے تمام فائدوں کو قائم رکھنا چاھتے ھیں، مگر اس جدوجہد کو اور ان خطروں کو نہیں، جو ان کا لازمی نتیجہ ھیں۔ وہ سماج کی موجودہ صورت حال کو پسند کرتے ھیں، بشرطیکہ اس کے انقلابی اور انتشار پیدا کرنےوالے عناصر کو نکال دیا جائے۔ وہ چاہتے ھیں کہ بورژوا طبقہ رھے مگر مزدور نہ ھوں۔ ظاھر ھے کہ بورژوازی کی نظر میں سب سے اچھی دنیا وھی ھوگی جس میں خود اس کا تسلط ھو۔ اور بورژوا سوشلزم اس خوش آئند تصور کو فروغ دے کر کم‌وبیش کئی مکمل نظام مرتب کر لیتی ھے۔ مزدوروں سے جب اس کی تجویز کی جاتی ھے کہ اس نظام پر عمل کریں اور بیٹھے بٹھائے ایک نئی جنت میں پہنچ جائیں تو حقیقت میں کہنے کی غرض یہ ھوتی ھے کہ مزدور رھیں موجودہ سماج کے دائرے کے اندر مگر بورژوا طبقے کے بارے میں نفرت بھرے خیالات اپنے دماغ سے نکال دیں۔

اس سوشلزم کی ایک اور زیادہ عملی صورت ھے لیکن اس میں نظروترتیب کی کمی ھے۔ وہ مزدور طبقے کی نگاہ میں ھر انقلابی تحریک کی وقعت کم کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا چاھتی ھے کہ انھیں محض کسی سیاسی اصلاح سے نہیں بلکہ زندگی کی مادی حالتوں کو اور معاشی رشتوں کو بدلنے سے ھی کچھ فائدہ ھو سکتا ھے۔ لیکن زندگی کی مادی حالتوں کو بدلنے سے اس سوشلزم کا منشا ھرگز یہ نہیں ھوتا کہ پیداوار کے بورژوا تعلقات مٹا دئے جائیں۔ یہ

کام تو صرف انقلاب کے ذریعہ ھی پورا ھو سکتا ھے۔ اس کا مدعا موجودہ رشتوں کو برقرار رکھتے ھوئے اس کی بنیاد پر نظم‌ونسق میں اصلاح کرنا ھے۔ ان اصلاحوں سے سرمایہ اور محنت کے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ بہت ھوا تو بورژوا حکومت کے اخراجات میں کمی ھو سکتی ھے اور اس کے نظم‌ونسق میں زیادہ سہولت اور سادگی پیدا ھو سکتی ھے۔

بورژوا سوشلزم کا اصلی اظہار اس وقت اور صرف اسی وقت ھوتا ھے جب وہ محض ایک استعارے کی صورت میں پیش کی جاتی ھے۔

آزاد تجارت! مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے۔ حفاظتی محصول! مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے۔ قید تنہائی! مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے۔ بورژوا سوشلزم کا حرف‌آخر یہی ھے۔ اور یہی ایک ایسا حرف ھے جسے سنجیدگی کے ساتھ کہا گیا ھے۔

بورژوازی کا سوشلزم اس صداقت پر مشتمل ھے کہ بورژوا، بورژوا ھے، مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے!

۳ - تنقیدی یوٹوپیائی سوشلزم اور کمیونزم

ھم یہاں اس ادب کا ذکر نہیں کرنا چاھتے جس نے آج کل کے ھر بڑے انقلاب میں پرولتاریہ کے مطالبوں کی آواز بلند کی ھے جس کی مثال بابیوف وغیرہ کی تحریروں میں ملتی ھے۔

پرولتاریہ نے اپنے مقاصد پورا کرنے کی براہ راست کوشش پہلے پہل اس وقت کی جب ھر طرف ھلچل مچی ھوئی تھی اور جاگیردار سماج کا قلعہ قمع کیا جا رھا تھا۔ ان کوششوں کا ناکام رھنا لازم تھا، کیونکہ اس وقت مزدور طبقہ زیادہ ترقی نہیں کرنے پایا تھا۔ اس کی نجات کے لئے جو مادی حالتیں ضروری ھیں وہ بھی موجود نہ تھیں۔ انہیں ابھی وجود میں لانا تھا اور آنےوالا بورژوا عہد ھی انہیں وجود میں لا سکتا تھا۔ پرولتاریہ کی ان ابتدائی تحریکوں کے ساتھ جو انقلابی ادب پیدا ھوا اس کی نوعیت لازماً رجعت پسند تھی۔ اس نے عام ترک دنیا اور نہایت بھونڈی قسم کی سماجی برابری کی تعلیم دی۔

اصل میں جو سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظام کہلاتے ھیں یعنی جو سین سائمون، فورئے اور اووین وغیرہ کی طرف منسوب ھیں، وہ اس زمانے میں پیدا ھوئے تھے، جبکہ پرولتاریہ اور بورژوا طبقے کے درمیان جدوجہد نہایت ابتدائی اور بےترقی یافتہ حالت میں تھی۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ھے۔ (ملاحظہ ھو پہلا باب ''بورژوا اور پرولتاریہ'')۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان نظاموں کے بانی طبقاتی اختلافوں سے بےخبر نہ تھے۔ انہوں نے ان عناصر کو بھی دیکھا تھا جن کے عمل سے مروجہ سماج میں انتشار پیدا ھو رھا ھے۔ لیکن پرولتاریہ اس وقت تک اپنی طفولیت کے عالم میں تھا اور اس میں ان کو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آئے جن سے معلوم ھو کہ اس طبقے میں تاریخی پیش قدمی یا آزاد سیاسی تحریک کا مادہ موجود ھے۔

چونکہ طبقاتی تصادم صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتا ھے، اس لئے ان لوگوں کو اپنے وقت کی اقتصادی صورت حال میں وہ مادی حالتیں نہیں ملیں جو پرولتاریہ کی نجات کے لئے ضروری ھیں۔ لہذا وہ ایک نئی سماجی سائنس کی، نئے سماجی قانون کی کھوج کرنے لگے جس سے ان حالتوں کو پیدا کیا جا سکے۔

تاریخی عمل کی جگہ ان کا اپنا ذاتی اختراعی عمل ھوگا، نجات کی تاریخی طور پر پیدا ھونے والی حالتوں کی جگہ خیالی حالتیں اور پرولتاریہ کی رفتہ رفتہ طبقے میں تنظیم کی جگہ سماج کی ایک ایسی تنظیم ھوگی جسے ان موجدوں نے خاص طور سے تیار کیا ھو۔ ان کے خیال میں مستقبل کی تاریخ یہ ھے کہ ان کے سماجی منصوبوں کی تبلیغ کی جائے اور انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔

اپنی تجویزوں کو مرتب کرنے میں وہ یہ احساس رکھتے ھیں کہ مزدور طبقے کے مفاد کا خاص دھیان رکھیں کہ وہ سب سے زیادہ مصیبت‌زدہ طبقہ ھے۔ ان کی نگاہ میں پرولتاریہ کی حیثیت صرف اسی قدر ھے کہ یہ غریب سب سے زیادہ مصیبت کا مارا ھوا ھے۔

طبقاتی جدوجہد کی غیر ترقی یافتہ صورت اور پھر ان کے اپنے حالات زندگی کا نتیجہ یہ ھوتا ھے کہ اس قسم کے سوشلسٹ اپنے آپ کو تمام طبقاتی اختلافوں سے بہت اونچا سمجھنے لگتے ھیں۔ وہ سماج کے ھر فرد کی حالت سدھارنا چاھتے ھیں، ان کی بھی جنہیں

دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے۔ اسی لئے عموماً وہ بلالحاظ طبقہ پورے سماج سے اپیل کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حکمران طبقے سے اپیل کرنا زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ایک بار ان کے نظام کو سمجھ لینے کے بعد کیسے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ سماج کی بہتر سے بہتر حالت کا بہتر سے بہتر خاکہ یہ نہیں ہے؟

اس لئے وہ تمام سیاسی اور خصوصاً انقلابی عمل کو ٹھکراتے ہیں۔ وہ پرامن طریقے سے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے تجربے کرکے جن کا انجام ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، اور مثال قائم کرکے اپنے سماجی پیغام کا راستہ صاف کریں۔

آنےوالے سماج کی یہ خیالی تصویریں ایسے وقت میں کھینچی گئی تھیں جبکہ پرولتاریہ ابھی بہت پچھڑی ہوئی حالت میں تھا اور خود اس کے ذہن میں اپنی حیثیت کے متعلق بےسروپا خیالات بھرے ہوئے تھے۔ ان کا تعلق پرولتاریہ کے اس ابتدائی احساس سے تھا جو اس کے دل میں پورے سماج کی نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے پیدا ہو رہا تھا۔

لیکن ان سوشلسٹ اور کمیونسٹ مطبوعات میں ایک تنقیدی پہلو بھی موجود ہے۔ وہ موجودہ سماج کے ہر اصول پر وار کرتے ہیں۔ لہذا مزدور طبقے کی تعلیم کے لئے ان میں نہایت بیش قیمت مواد بھرا پڑا ہے۔ ان میں جو عملی تدبیریں پیش کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ شہر اور دیہات کی تمیز اٹھادی جائے، خاندان، افراد کے فائدے کے لئے صنعتی کاروبار کا طریقہ اور اجرتی نظام مٹا دئے جائیں، سماجی ہم‌آہنگی پیدا کی جائے، ریاست جو کام انجام دیتی ہے ان کے بدلے محض پیداوار کی دیکھ بھال کا کام رہنے دیا جائے، یہ سب تجویزیں صرف یہ بتا رہی ہیں کہ طبقاتی اختلافات مٹ جائینگے۔ مگر اس وقت تو انہوں نے ابھی ابھرنا ہی شروع کیا تھا اور ان مطبوعات میں ان کی بالکل ابتدائی، غیرواضح اور نہایت مبہم صورت دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے یہ تجویزیں محض یوٹوپیائی حیثیت رکھتی ہیں۔

تنقیدی یوٹوپیائی سوشلزم اور کمیونزم کی اہمیت میں اور تاریخی نشوونما میں الٹا تعلق ہے۔ جدید طبقاتی جدوجہد جس حد تک ترقی

کرتی اور واضح صورت اختیار کرتی ہے، اسی حدتک جدوجہد سے ان کی بے بنیاد علحدگی اور اس کی بےسروپا مخالفت اپنی عملی قدر و قیمت اور نظریاتی جواز کھوتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نظاموں کے بانی کئی اعتبار سے انقلابی تھے مگر ان کے پیرو بلااستثنا محض رجعت پسند ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنے استاد کے خیالات پر جوں کے توں جمے رہتے ہیں اور مزدور طبقے کی بڑھتی ہوئی تاریخی نشوونما کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس لئے وہ مسلسل طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے اور طبقاتی اختلافات کا تصفیہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ابھی تک اپنے تجربوں کے ذریعہ اپنے سماجی یوٹوپیائی منصوبوں کو پورا کرنے کا خواب دیکھتے ہیں۔ وہ الگ الگ ''فلانستر،، قائم کرنا، گھریلو نوآبادیاں («Home colonies») بسانا، چھوٹے چھوٹے ''ایکاریا،،* (نئے یروشلم کا مختصر نمونہ) بنانا چاہتے ہیں۔ اور ان تمام ہوائی قلعوں کی تعمیر کے لئے مجبور ہوتے ہیں کہ بورژوازی کے جذبات سے اپیل کریں اور ان کے تھیلی شاہوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ تنزل کرکے وہ بھی ان رجعت پسند یا قدامت پرست سوشلسٹوں کے زمرے میں جا ملتے ہیں جن کی تصویر اوپر کھینچی گئی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی باقاعدہ کتاب پرستی اور اپنی سماجی سائنس کے معجزانہ اثرات پر ایمان رکھتے ہیں جو جنون اور اوہام پرستی کی حد تک جا پہنچا ہے۔

---

*فورئے نے جن سوشلسٹ نوآبادیوں کا منصوبہ بنایا تھا انہیں ''فلانستر،، کہا جاتا ہے۔ کابے نے اپنے خیالی کمیونسٹ نظام کا نام ''ایکاریا،، رکھا تھا، اور جب امریکہ میں اس نے ایک کمیونسٹ نوآبادی بسائی تو اس کا یہی نام پڑا۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اووین اپنی مثالی کمیونسٹ سوسائیٹیوں کو «Home colonies» یعنی گھریلو نوآبادیاں کہتا تھا۔ فورئے نے جن عوامی محلوں کا منصوبہ بنایا تھا ان کا نام ''فلانستر،، تھا۔ اور خواب و خیال کی وہ یوٹوپیائی دنیا جس کے کمیونسٹ اداروں کی تصویر کابے نے کھینچی تھی ''ایکاریا،، کہلاتی تھی۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اس لئے وہ مزدور طبقے کے ہر سیاسی عمل کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں ۔ ان کے خیال میں سیاسی عمل کا راستہ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو تعصب سے اندھے ہو جائیں اور ان کی نئی بشارت کو ماننے سے انکار کریں ۔

اسی لئے انگلستان میں اووین اور فرانس میں فورئیے کے نام لیوا چارٹسٹوں اور اصلاح پسندوں* کی مخالفت کرتے ہیں ۔

۴ ۔ حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق

دوسرے باب میں صراحت کی جا چکی ہے کہ مزدور طبقے کی موجودہ پارٹیوں سے جیسے انگلستان میں چارٹسٹوں اور شمالی امریکہ میں زرعی اصلاح پسندوں سے کمیونسٹوں کے تعلقات کیا ہیں ۔

کمیونسٹ جدوجہد اس لئے کرتے ہیں کہ مزدور طبقے کے فوری مقصد حاصل ہوں، ان کے عارضی مفاد پورے کئے جا سکیں ۔ لیکن حال کی تحریک میں وہ اس تحریک کے مستقبل کی بھی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کا دھیان رکھتے ہیں ۔ فرانس میں کمیونسٹ، قدامت پرست اور ریڈیکل بورژوازی کے خلاف سوشل ڈیموکریٹوں** سے ایکا

---

*اس کا اشارہ اخبار «La Rèforme» (''الاصلاح،،) کے حامیوں کی طرف ہے جو ریپبلک قائم کرنے اور جمہوری اور سوشل اصلاحوں کا مطالبہ کرتے تھے ۔ یہ اخبار ۱۸۴۳ء سے ۱۸۵۰ء تک پیرس سے شائع ہوا ۔ (ایڈیٹر)

**اس پارٹی کی نمائندگی ان دنوں پارلیمنٹ میں لیدرو رولن، ادب میں لوئی بلانک، روزانہ اخباروں میں «La Rèforme» کرتے تھے ۔ یہی لوگ سوشل ڈیموکریسی کے لفظ کے موجد تھے ۔ ان کے نزدیک اس کا مطلب ڈیموکریٹک یا ریپبلکن پارٹی کا وہ حصہ تھا جس پر سوشلزم کا کم‌وبیش کچھ اثر ہو ۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ ۔)

کرتے ھیں۔ مگر انقلاب فرانس سے جو پرفریب الفاظ اور موھوم امیدیں منتقل ھوتی آئی ھیں، ان پر رائے زنی کرنے کا حق انھوں نے نہیں چھوڑا۔

سوئٹزرلینڈ میں وہ ریڈیکل پارٹی کی مدد کرتے ھیں، مگر اس حقیقت سے چشم‌پوشی نہیں کرتے کہ یہ پارٹی متضاد عنصروں سے مل کر بنی ھے جس میں کچھ تو فرانسیسی قسم کے جمہوری سوشلسٹ ھیں اور کچھ ریڈیکل بورژوا۔

پولینڈ میں وہ اس پارٹی کے مددگار ھیں جو زرعی انقلاب پر زور دیتی ھے کہ یہی قومی نجات کی شرط اول ھے۔ ۱۸۴۶ء میں اسی پارٹی نے کراکف میں بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی۔

جرمنی میں بورژوا طبقہ جب کبھی کسی انقلابی راستے پر قدم رکھتا ھے اور مطلق العنان بادشاھت، جاگیردار زمین‌داری اور رجعت پسند پیٹی بورژوازی کے خلاف انقلابی کارروائی کرتا ھے تو کمیونسٹ اس کے ساتھ مل کر لڑتے ھیں۔

لیکن ایک لمحے کے لئے بھی وہ یہ نہیں بھولتے کہ بورژوا اور پرولتاریہ کی بنیادی دشمنی کا خیال نہایت مضبوطی کے ساتھ مزدور طبقے کے دل میں بیٹھا دیں تاکہ جب وقت آئے تو جرمن مزدور ان سماجی اور سیاسی حالات کو جسے بورژوا طبقہ اپنے اقتدار کے ساتھ لازماً قائم کرے گا، خود بورژوا طبقے کے خلاف ھتھیار بنا کر استعمال کریں اور جرمنی میں رجعت پسند طبقوں کے زوال کے بعد خود بورژوا طبقے کے خلاف لڑائی فوراً شروع کر دی جائے۔

کمیونسٹوں کی نظر سب سے زیادہ جرمنی پر لگی ھوئی ھے، کیونکہ اولاً اس ملک میں بورژوا انقلاب کی گھڑی آپہنچی ھے اور یہ انقلاب لازماً یورپی تہذیب کے بہت زیادہ ترقی یافتہ حالات میں اور ایک ایسے پرولتاریہ کے ساتھ ھوگا جو سترھویں صدی کے انگلستان

فرانس میں ان دنوں جو پارٹی اپنے آپ کو سوشل ڈیموکریٹک کہتی تھی، اس کے نمائندے سیاسی زندگی میں لیدرو رولن اور ادب میں لوئی بلانک تھے۔ چنانچہ یہ موجودہ زمانے کی جرمن سوشل ڈیموکریسی سے بہت مختلف تھی۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ۔)

اور اٹھارھویں صدی کے فرانس کے پرولتاریہ کی بہ نسبت بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اور دوسرے اس لئے بھی کہ جرمنی میں بورژوا انقلاب اپنے فوراً بعد آنے والے پرولتاری انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

مختصر یہ کہ کمیونسٹ ہر جگہ موجودہ سماجی اور سیاسی نظام کے خلاف ہر انقلابی تحریک کی مدد کرتے ہیں۔

ان تمام تحریکوں میں وہ ملکیت کے سوال کو سامنے لاتے ہیں جو کہ ہر تحریک کا سب سے اہم سوال ہے، خواہ وہ اس وقت اپنی نشوونما کے کسی مرحلے میں کیوں نہ ہو۔

اور سب سے آخر میں یہ کہ کمیونسٹ ہمیشہ تمام ملکوں کی جمہوری پارٹیوں میں اتحاد اور یک جہتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اپنے خیالات اور مقاصد کو چھپانا کمیونسٹ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ ان کا اصلی مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ موجودہ سماجی نظام کا تختہ بزور الٹ دیا جائے۔ حکمران طبقے کمیونسٹ انقلاب کے خوف سے کانپ رہے ہوں تو کانپیں۔ مزدوروں کو اپنی زنجیروں کے سوا کھونا ہی کیا ہے اور جیتنے کو ساری دنیا پڑی ہے۔

دنیا کے مزدورو، ایک ہو جاؤ!

فہرست

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار، نمبر ۲۱،
ماسکو، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

К. МАРКС и Ф. ЭНГЕЛЬС

Манифест коммунистической партии

На языке урду